

جامعہ حقانیہ کاترجان

ساہیوال  
سرگودھا

# الحقانیہ

مجلہ

محرم الحرام ۱۴۳۹ھ / اکتوبر ۲۰۱۷ء



بانی: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

# فہرست

3	خانہ دانی نظام..... شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
8	درس حدیث..... حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ
12	ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ..... مولانا محمد صدیق حفظہ اللہ تعالیٰ
15	ماہ صفر المظفر کے احکام..... مفتی سید عبدالکریم گمٹھلوی قدس سرہ
18	پاکستان کا تاریخی پس منظر..... مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم
30	گوشہ نشینی کی اہمیت اور فوائد..... سید عبدالناصر ترمذی
40	ماہ صفر المظفر اسلام کی نظر میں..... محمد ارمان
47	اخبار الجامعہ..... مولانا عبدالصمد ساجد

خط و کتابت کیلئے: دفتر ماہنامہ الحقانیہ جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

web-www.alhaqqania.org

E-mail-alhaqqania@yahoo.com

048-6786002/6786899

پبلشر: مفتی سید عبدالقدوس ترمذی پرنٹر: جناب محمد منیر صاحب فائٹر پرنٹنگ پریس سرگودھا

کمپوزر: جناب حافظ سید عبدالغفور صاحب ترمذی

نوٹ: رسالہ کے متعلق معلومات کے لیے رابطہ نمبر: 048-6786999

رسالہ نہ ملنے کی صورت میں رابطہ نمبر: 0304-7310038

## خاندانی نظام

عائلی زندگی معاشرے کا وہ بنیادی پتھر ہے جس پر تہذیب و تمدن کی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ اگر معاشرے میں خاندانی نظام کا ڈھانچہ توڑ پھوڑ اور افراتفری کا شکار ہو، تو خواہ زمینیں سونا گل رہی ہوں، یا مشینوں سے لعل و جواہر برآمد ہو رہے ہوں، زندگی سکون سے محروم ہو جاتی ہے۔ آج یورپ اور امریکہ کی وہ دنیا جو سیاسی اور معاشی اعتبار سے پسماندہ اور ترقی پذیر ملکوں کے لیے قابل رشک سمجھی جاتی ہے، خاندانی نظام کی توڑ پھوڑ کی وجہ سے اسی سنگین مسئلہ سے دوچار ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ دولت کی ریل پیل اور تیز رفتار مادی ترقی کے باوجود لوگ ایک انجانے اضطراب کا شکار ہیں اپنی اندرونی بے چینی سے گھبرا کر کوئی یوگا کے دامن میں پناہ لے رہا ہے، کوئی منشیات اور خواب آور دواؤں میں سکون ڈھونڈ رہا ہے اور بالآخر جب ان میں سے کوئی چیز اس بے چینی کا علاج نہیں کر پاتی تو آخری چارہ کار کے طور پر لوگ خودکشی کر رہے ہیں، اور خودکشی کرنے والوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔

ابھی کچھ عرصہ پہلے میں سوئزرلینڈ میں تھا میرے میزبانوں نے آمد و رفت کے لیے جس گاڑی کا انتظام کیا تھا اس کا ڈرائیور ایک اطالوی نسل کا تعلیم یافتہ آدمی تھا اور انگریزی روانی سے بول لیتا تھا وہ چند روز میرے ساتھ رہا، اس کی عمر تقریباً چالیس سال کو پہنچ رہی تھی لیکن ابھی تک اس نے شادی نہیں کی تھی، میرے وجہ پوچھنے پر اس نے بتایا کہ ہمارے معاشرے میں شادی اکثر اس لیے بے مقصد ہو جاتی ہے کہ شادی کے بعد شوہر اور بیوی کے درمیان زندگی کی پائیدار رفاقت کا تصور بہت کمیاب ہے اس کے بجائے شادی ایک رسمی تعلق کا نام رہ گیا ہے جس کا مقصد بڑی حد تک ایک دوسرے سے مالی فوائد حاصل

کرنا ہوتا ہے، بہت سی خواتین شادی کے بعد جلد ہی طلاق حاصل کر لیتی ہیں، اور یہاں کے قوانین کے مطابق شوہر کی جائیداد کا بڑا حصہ ہتھیا کر اسے دیوالیہ کر جاتی ہیں، اور یہ پہچاننا مشکل ہوتا ہے کہ کونسی عورت صرف شوہر کی جائیداد پر قبضہ کرنے کے لیے شادی کر رہی ہے، اور کون وفاداری سے ساتھ زندگی بسر کرنے کے لیے، اس نے حسرت بھرے انداز میں یہ بات کہہ کر ساتھ ہی یہ تبصرہ بھی کیا کہ آپ کے ایشیائی ممالک میں شادی واقعی بامقصد ہوتی ہے، اس سے ایک جما ہوا خاندان وجود میں آتا ہے جس کے افراد آپس میں دکھ سکھ کے ساتھی ہوتے ہیں، ہم ایسے خاندانی ڈھانچے سے محروم ہوتے جا رہے ہیں، میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تمہارے والدین یا بہن بھائی تمہیں اچھی بیوی کی تلاش میں مدد نہیں دیتے؟ اس نے یہ سوال بڑے تعجب کے ساتھ سنا اور کہنے لگا کہ:

”میرے والدین تو رخصت ہو چکے، بہن بھائی ہیں، لیکن ان کا میری شادی سے کیا تعلق؟ ہر شخص اپنے مسائل کو خود ہی حل کرتا ہے، میری تو ان سے ملاقات کو بھی سال گزر جاتے ہیں۔“

یہ ایک ڈرائیور کے تأثر تھے، (واضح رہے کہ یورپ کے سفید فام ڈرائیور بھی اکثر پڑھے لکھے اور بعض اوقات خاصے تعلیم یافتہ ہوتے ہیں، جس ڈرائیور کا میں نے ذکر کیا اس کا نام آرلینڈو تھا، وہ گریجویٹ تھا، اور تاریخ، جغرافیہ اور بہت سے سماجی معاملات پر اس کا مطالعہ خاصا تھا) ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنے ذاتی حالات کی وجہ سے کچھ مبالغے سے بھی کام لیا ہو، لیکن مغرب میں خاندانی ڈھانچے کی ٹوٹ پھوٹ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر زیادہ دلائل قائم کرنے کی ضرورت نہیں، یہ بات پوری دنیا میں مشہور و معروف ہے مغرب کے اہل فکر اس پر ماتم کر رہے ہیں، اور جوں جوں اس کا علاج کرنا چاہتے ہیں اتنی ہی تیز رفتاری سے خاندان کا ڈھانچہ مزید تباہی کی طرف جا رہا ہے۔

سابق سوویت یونین کے آخری صدر میخائل گورباچوف اب دنیا کے سیاسی منظر

سے تقریباً غائب ہو چکے، لیکن ان کی کتاب Perestroika جو انہوں نے خواتین اور خاندان Women and Family کے عنوان سے خاندانی نظام کی شکست و ریخت پر بھی بحث کی ہے، انہوں نے شروع میں لکھا ہے کہ تحریک آزادی نسواں کا یہ پہلو تو بے شک قابل تعریف ہے کہ اس کے ذریعہ عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق ملے، عورتیں زندگی کے ہر شعبے میں مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے کے قابل ہوئیں، اور اس کے نتیجے میں ہماری معاشی پیداوار میں اضافہ ہوا، لیکن آگے چل کر وہ لکھتے ہیں:

”لیکن اپنی مشکل اور جرات مندانہ تاریخ کے پچھلے سالوں میں ہم خواتین کے ان حقوق اور ضروریات کی طرف توجہ دینے میں ناکام رہے جو ایک ماں اور گھرسٹین کی حیثیت میں، نیز بچوں کی تعلیم و تربیت کے سلسلے میں ان کے ناگزیر کردار سے پیدا ہوتے ہیں، خواتین چونکہ سائنسی تحقیق میں مشغول ہو گئیں، نیز زیر تعمیر عمارتوں کی دیکھ بھال میں، پیداواری کاموں اور خدمات میں اور دوسری تخلیقی سرگرمیوں میں مصروف رہیں، اس لیے ان کو اتنا وقت نہیں مل سکا کہ وہ خانہ داری کے روزمرہ کے کام انجام دے سکیں، بچوں کی پرورش کر سکیں، اور ایک اچھی خاندانی فضا پیدا کر سکیں، اب ہمیں اس حقیقت کا انکشاف ہوا ہے کہ ہمارے بہت سے مسائل جو بچوں اور نوجوانوں کے رویے، ہماری اخلاقیات، ثقافت اور پیداواری عمل سے تعلق رکھتے ہیں، اس وجہ سے بھی کھڑے ہوئے ہیں کہ خاندانی رشتوں کی گرفت کمزور پڑ گئی ہے، اور خاندانی فرائض کے بارے میں ایک غیر ذمہ دارانہ رویہ پروان چڑھا ہے، ہم نے عورتوں کو ہر معاملے میں مردوں کے برابر قرار دینے کی جو مخلصانہ اور سیاسی اعتبار سے درست خواہش کی



تھی، یہ صورت حال اس کا تضاد آفرین نتیجہ ہے، اب اپنی تعمیر نو کے دوران ہم نے اس خامی پر قابو پانے کا عمل شروع کر دیا ہے، یہی وجہ ہے ہم پریس میں، عوامی تنظیمات میں، کام کے مقامات میں، اور خود گھروں میں ایسے گرم گرم مباحثے منعقد کر رہے ہیں جن میں اس سوال پر بحث کی جا رہی ہے کہ عورت کو اس کے خالص نسوانی مشن کی طرف واپس لانے کے لیے ہمیں کیا اقدامات کرنے چاہئیں؟۔

(Perestroica, P.117 ed. 1978)

یہ ایک ایسے سیاسی لیڈر کا تبصرہ ہے جس کے معاشرے میں خاندان سے متعلق یا مرد و عورت کے حقوق و فرائض کے بارے میں کسی قسم کی مذہبی اقدار کا کوئی تصور یا تو موجود نہیں ہے، یا اگر ہے تو اس کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے، لہذا خاندانی نظام کی ٹوٹ پھوٹ پر اس کا اظہار افسوس کسی اعلیٰ آسمانی ہدایت کے زیر اثر نہیں، بلکہ اس کے صرف ان نقصانات کی بنا پر ہے جو ٹھیکہ مادی زندگی میں اسے آنکھوں سے محسوس ہوئے، ایک مسلمان کی حیثیت سے ہم صرف ظاہری اور مادی یا دنیوی نفع و نقصان کے نہیں بلکہ آسمانی ہدایت کے بھی پابند ہیں، جو قرآن و سنت کے واسطے سے ہمارے لیے واجب العمل ہیں، لہذا خاندانی نظام کی ابتری صرف ہمارا سماجی اور معاشرتی نقصان ہی نہیں ہے بلکہ ہمارے عقیدے، ہمارے نظریہ حیات اور ہمارے دین کے لحاظ سے ایک بہت بڑا فساد ہے جو ایک مسلم معاشرے میں کسی بھی طرح قابل برداشت نہیں۔

جب سے ہمارے درمیان مغربی افکار کا ایک سیلاب اٹھا ہے اور بالخصوص جب سے ٹی وی ویڈیو اور نگرینی فلموں کی بہتات نے ہمارے معاشرے پر ثقافتی یلغار شروع کی ہے اس وقت سے ہم شعوری یا غیر شعوری طور پر انہی معاشرتی تصورات کی طرف بڑھ رہے ہیں جن کی داغ بیل مغرب نے ڈالی تھی۔ الحمد للہ ابھی ہمارا خاندانی نظام درہم برہم نہیں ہوا

لیکن جس رفتار سے مغربی ثقافت ہمارے درمیان پھیل رہی ہے، انگریزی فلموں کے سیلاب نے مغربی طرز زندگی کو جس طرح گھر گھر اور گاؤں گاؤں پھیلا دیا ہے، جس طرح بے سوچے سمجھے خواتین کو گھروں سے نکالنے اور انہیں ایک عامل معیشت (Factor Of production) بنانے پر زور دیا جا رہا ہے، اور گھر اور خاندان کے بارہ میں اسلامی تعلیمات سے جس تیزی کے ساتھ دوری اختیار کی جا رہی ہے وہ مستقبل میں ہمارے خاندانی نظام کے لیے ایک زبردست خطرہ ہے جس کی روک تھام آج ہی سے ضروری ہے، اور اس روک تھام کا طریقہ اسلام کی ان معتدل تعلیمات کی ٹھیک ٹھیک پیروی کے سوا کچھ نہیں جو نہ مشرقی ہیں نہ مغربی، جن کا ماخذ منبع وحی الہی ہے، اور وہ ایک ایسی ذات کی وضع کردہ تعلیمات ہیں جو انسان کے حال و مستقبل کی تمام ضروریات سے بھی پوری طرح باخبر ہے اور انسانی نفس کی ان چوریوں کو بھی خوب جانتی ہے جو ہر ہلاہل پر قند و شکر کی تہیں چڑھانے میں مہارت تامہ رکھتی ہے، لہذا ہمارا کام وقت کے ہر چلے ہوئے نعرے کے پیچھے چل پڑنا نہیں ہے، بلکہ اسے قرآن و سنت کی کسوٹی پر پرکھ کر یہ فیصلہ کرنا ہے کہ یہ ہمارے مزاج و مذاق کے مطابق ہے یا نہیں، جب تک ہم میں یہ جرأت اور یہ بصیرت پیدا نہ ہوگی ہم باہر کی ثقافتی یلغار کے لیے ایک ”ترنوالہ“ بن رہیں گے، اور ہماری اجتماعی زندگی کی ایک ایک چول رفتہ رفتہ ہلتی چلی جائے گی۔

(ماخوذ: ذکر و فکر)

حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

## درس حدیث

عن انس قال قال رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ مَاجَ النَّاسِ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ اشْفَعْ إِلَى رَبِّكَ فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِإِبْرَاهِيمَ فَإِنَّهُ خَلِيلُ الرَّحْمَنِ فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُوسَى فَإِنَّهُ كَلِيمُ اللَّهِ فَيَأْتُونَ مُوسَى فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِعِيسَى فَإِنَّهُ رُوحُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ فَيَأْتُونَ عِيسَى فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَأْتُونِي فَأَقُولُ أَنَا لَهَا فَأَسْتُذِنُ عَلَى رَبِّي فَيُؤْذَنُ لِي وَيُلْهِمُنِي مَحَامِدَ أَحْمَدُهُ بِهَا لَا تَحْضُرُنِي الْآنَ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ وَأَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا فَيَقُولُ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ تَسْمَعُ وَسَلْ تُعْطَى وَاشْفَعْ تُشَفَّعُ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُمْتِي أُمْتِي فَيَقَالُ انْطَلِقْ فَأَخْرِجْ مِنْهَا مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ شَعِيرَةٍ مِنْ إِيْمَانٍ فَاَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ ثُمَّ أَعُودُ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا فَيَقَالُ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ تَسْمَعُ وَسَلْ تُعْطَى وَاشْفَعْ تُشَفَّعُ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُمْتِي أُمْتِي فَيَقَالُ انْطَلِقْ فَأَخْرِجْ مِنْهَا مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ أَوْ خَرْدَلَةٍ مِنْ إِيْمَانٍ فَاَخْرِجْهُ فَاَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ ثُمَّ أَعُودُ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا فَيَقَالُ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ تَسْمَعُ وَسَلْ تُعْطَى وَاشْفَعْ تُشَفَّعُ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُمْتِي أُمْتِي فَيَقَالُ انْطَلِقْ فَأَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ أَدْنَى أَدْنَى مِثْقَالِ حَبَّةٍ خَرْدَلٍ مِنْ إِيْمَانٍ فَاَخْرِجْهُ مِنَ النَّارِ فَاَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ ثُمَّ أَعُودُ الرَّابِعَةَ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا فَيَقَالُ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ تَسْمَعُ وَسَلْ تُعْطَى وَاشْفَعْ تُشَفَّعُ فَأَقُولُ يَا رَبِّ ائْذَنْ لِي فِيمَنْ قَالَ لَا



إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ لَيْسَ ذَلِكَ وَلَكِنْ عِزَّتِي وَجَلَالِي وَكِبَرِيَائِي وَعَظُمَتِي لِأَخْرِجَنَّ مِنْهَا مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ - (رواه البخاری ومسلم)  
ترجمہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا (اور اسب اولین و آخرین میدان حشر میں جمع ہوں گے) تو لوگوں میں سخت اضطراب اور اثڑ دھام کی کیفیت ہوگی، پس وہ لوگ (یعنی اہل محشر کے کچھ نمائندے) آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے کہ اپنے رب سے ہماری سفارش کر دیجئے (کہ ہمیں اس حالت سے چھٹکارا ملے) آدم علیہ السلام فرمائیں گے کہ میں اس کام کے لائق اور اس مرتبہ کا نہیں ہوں، لیکن تم کو چاہئے کہ ابراہیم کے پاس جاؤ وہ اللہ کے خلیل ہیں (شاید وہ تمہارے کام آسکیں) پس یہ لوگ ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے (اور ان کے سامنے شفاعت کا اپنا سوال رکھیں گے) وہ بھی فرمائیں گے کہ میں اس کام کے لائق نہیں ہوں، لیکن تمہیں موسیٰ کے پاس جانا چاہئے وہ اللہ کے کلیم ہیں (جنہیں اللہ نے بلا واسطہ اپنی ہمکلامی کا شرف بخشا ہے) شاید وہ تمہارا کام کر سکیں، پس یہ لوگ موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے (اور اپنی وہی عرض ان کے سامنے رکھیں گے) وہ بھی یہی فرمائیں گے کہ میں اس کام کے لائق نہیں ہوں لیکن تمہیں عیسیٰ کے پاس جانا چاہئے، وہ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں (یعنی اللہ نے ان کو انسانی پیدائش کے عام مقررہ اسباب کے بغیر صرف اپنے حکم سے پیدا کیا ہے، اور ان کو غیر معمولی قسم کی روح اور روحانیت بخشی ہے تو تم ان کی خدمت میں جاؤ، شاید وہ تمہارے لیے حق تعالیٰ سے عرض کرنے کی جرأت کر سکیں، پس یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے (اور ان سے شفاعت کی درخواست کریں گے) وہ بھی یہی فرمائیں گے کہ میں اس کام کا اور اس مرتبہ کا نہیں ہوں، تم کو (اللہ کے آخری نبی) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں حاضر ہونا چاہئے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ) پھر وہ لوگ میرے پاس آئیں گے (اور شفاعت کے لیے مجھ سے کہیں گے) پس میں کہوں گا کہ میں اس کام کا ہوں (اور یہ میرا ہی کام ہے) پس میں اپنے رب کریم کی بارگاہ خاص میں حاضری کی اجازت طلب کروں گا، مجھے حاضری کی اجازت دے دی جائے گی (میں وہاں حاضر ہو جاؤں گا) اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک مجھے اپنی کچھ خاص تعریفیں اپنی حمد کے لیے الہام فرمائیں گے (جو اس وقت مجھے معلوم نہیں ہیں) تو اس وقت میں انہی محامد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کروں گا اور اس کے آگے سجدے میں گر جاؤں گا (مسند احمد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ وہاں ایک ہفتہ تک سجدے میں پڑے رہیں گے) اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو فرمایا جائے گا کہ اے محمد! سراٹھاؤ اور جو کہنا ہو کہو تمہاری سنی جائے گی، اور جو مانگنا ہو مانگو تم کو دیا جائے گا، اور جو سفارش کرنا چاہو کرو تمہاری مانی جائے گی، پس میں کہوں گا اے پروردگار! میری امت میری امت (یعنی میری امت پر آج رحم فرمایا جائے اور اس کو بخش دیا جائے) پس مجھ سے کہا جائے گا جاؤ اور جس کے دل میں جو کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو اس کو نکال لو، پس میں جاؤں گا اور ایسا کروں گا (یعنی جن کے دل میں جو کے دانہ کے برابر بھی نور ایمان ہو گا ان کو نکال لاؤں گا) اور پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کرم کی طرف لوٹوں گا اور پھر انہی الہامی محامد کے ذریعہ اس کی حمد و ثنا کروں گا اور اس کے آگے پھر سجدے میں گر جاؤں گا، پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمایا جائے گا اے محمد! سراٹھاؤ اور جو کہنا ہو کہو، تمہاری بات سنی جائے گی اور جو مانگنا ہو مانگو تم کو دیا جائے گا اور جو سفارش کرنا چاہو کرو تمہاری شفاعت مانی جائے گی، پس میں عرض کروں گا اے پروردگار! میری امت میری امت تو مجھ سے فرمایا جائے گا کہ جاؤ اور جن کے دل میں ایک ذرہ کے بقدر (یا فرمایا کہ رائی کے دانہ کے بقدر) ایمان ہو ان کو بھی نکال لو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں جاؤں گا اور ایسا کروں گا (یعنی جن کے دلوں میں ذرہ برابر یارائی

کے دانہ کے برابر نور ایمان ہوگا ان کو بھی نکال لاؤں گا) اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کرم کی طرف پھر لوٹوں گا اور پھر انہی الہامی محامد کے ذریعہ اس کی حمد و ثنا کروں گا اور اس کے آگے پھر سجدے میں گر جاؤں گا، پس مجھ سے فرمایا جائے گا اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور جو کہنا ہو کہو، تمہاری سنی جائے گی جو مانگنا چاہو مانگو تم کو دیا جائے گا اور جو سفارش کرنا چاہو کرو تمہاری سفارش قبول کی جائے گی، پس میں عرض کروں گا میرے رب! میری امت میری امت پس مجھ سے فرمایا جائے گا جاؤ اور جن کے دل میں رائی کے دانہ سے کم سے کمتر بھی ایمان ہو ان کو بھی نکال لو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پس میں جاؤں گا اور ایسا کروں گا (یعنی جن کے دل میں رائی کے دانہ سے کم سے کمتر بھی ایمان کا نور ہوگا ان کو بھی نکال لاؤں گا) اور اس کے بعد چوتھی دفعہ پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کرم کی طرف لوٹ کر آؤں گا اور انہی الہامی محامد کے ذریعہ اس کی حمد کروں گا پھر اس کے آگے سجدہ میں گر جاؤں گا، پس مجھ سے فرمایا جائے گا اے محمد! اپنا سر سجدے سے اٹھاؤ اور جو کہنا ہو کہو، تمہاری سنی جائے گی جو مانگنا چاہو مانگو تم کو دیا جائے گا اور جو سفارش کرنا چاہو کرو تمہاری سفارش مانی جائے گی، پس میں عرض کروں گا کہ اے پروردگار! مجھے اجازت دیجئے ان سب کے حق میں جنہوں نے لا الہ الا اللہ کہا ہو، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ کام تمہارا نہیں ہے لیکن میری عزت و جلال اور میری عظمت و کبریائی کی قسم میں خود دوزخ سے ان سب کو نکال لوں گا جنہوں نے لا الہ الا اللہ کہا ہو۔

(معارف الحدیث)

مرسلہ: بندہ محمد صدیق عفا اللہ عنہ

## ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت والا کا طرزِ تربیت

فرمایا کہ میرے بیعت کے لئے کوئی لمبی چوڑی شرطیں نہیں بس صرف یہ ہے کہ جس طرح میں چاہوں اس طرح چلے اور میں کوئی دشوار کام بھی نہیں بتلاتا میں مجاہدہ بھی نہیں کراتا۔ رات کو جگاتا نہیں کھانا پیتا کم نہیں کراتا۔ بس تھوڑا سا ذکر بتلا دیتا ہوں اس کو دوام کے ساتھ کرے اور معاصی کو بالکل چھوڑ دے اور عادات کی اصلاح کرے اور عادات کی اصلاح کا بس خلاصہ یہ ہے کہ اس کا خیال رکھے کہ کسی کو اس کے قول یا فعل سے کوئی تکلیف یا الجھن نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر میں یہ کہتا ہوں کہ جو شخص اتنا کر لے گا وہ ہرگز محروم نہیں وہ سکتا بھلا یہ بھی کوئی مشکل کام ہے۔

اظہار کمالات خلاف شانِ استغنا ہے

فرمایا: کہ جو شخص اپنے اظہار کمالات میں کاوش کرے اور کوشش کرے سمجھ لینا چاہئے کہ وہ مخدوش ہے کیونکہ کامل کو اس قدر کوشش کی کیا ضرورت اس میں تو استغنا کی شان ہوتی ہے۔

ہر کام کیلئے وقت اور ہر وقت کیلئے کام مناسب ہے

فرمایا: کہ ہر کام کے لئے اوقات مقرر ہیں۔ خلاف اوقات کوئی کام لیتا ہے تو سخت کلفت ہوتی ہے۔ جلوت کا وقت ظہر کے بعد سے مغرب تک ہے یہی وقت کچھ پوچھنے یا چھپنے یا کہنے سننے کا ہے۔ دوسرے اوقات میں کوئی تحریری پرچہ بھی پیش کرنا گراں ہوتا ہے پھر فرمایا کہ میرے اوقات ایسے گھرے ہوئے اور بندھے ہوئے ہیں کہ اگر پانچ منٹ کا بھی حرج ہو جاتا ہے تو دن بھر کاموں کا سلسلہ بگڑ جاتا ہے۔

## خلوص خود سببِ شہرت ہے

فرمایا: کہ جو کام خالص اللہ کے لئے کیا جاتا ہے بلا قصدِ شہرت وغیرہ کے اس کی حق تعالیٰ شہرت فرما ہی دیتے ہیں۔

## صحبتِ صالح

ایک مولوی صاحب نے اس شعر کا مطلب دریافت کیا

صحبتِ نیکاً اگر یک ساعت است بہتر از صد سالہ زہد و طاعت است

فرمایا کہ میں جو سمجھتا ہوں وہ ہے کہ کامل کی صحبت میں بعض اوقات کوئی گریہا تھ آ جاتا ہے یا کوئی حالت ایسی قلب میں پیدا ہو جاتی ہے جو ساری عمر کے لئے مفتاحِ سعادت بن جاتی ہے ہر وقت یا ہر ساعت مراد نہیں بلکہ وہی وقت اور وہی ساعت مراد ہے جس میں ایسی حالت پیدا ہو جاوے۔ عرض کیا تو کیا ہر صحبت اس درجہ مفید نہ ہوگی فرمایا کہ تو یہی مگر کس کو علم ہے کہ وہ کون سی ساعت ہے جس میں یہ حالت میسر ہوگی۔ ہر صحبت میں اس کا حتمال ہے اس لئے ہر صحبت کا اہتمام چاہئے اس سے ہر صحبت کا مفید اور نافع ہونا ظاہر ہے اور اس حالت کو صد سالہ طاعت کے قائم مقام بتلانے کو ایک مثال سے سمجھ لیجئے اگر کسی شخص کے پاس سو گئی ہوں تو بظاہر تو اس کے پاس امتنع (اسباب میں) سے ایک چیز بھی نہیں ملی لیکن اگر ذرا تعمق کی نظر سے دیکھا جاوے تو ہر چیز اس کے قبضہ میں ہے۔ اسی طرح اگر وہ کیفیت اس کے اندر پیدا ہوگئی تو بظاہر تو خاص طاعت میں سے کوئی بھی چیز اس کے پاس نہیں مگر حکماً ہر چیز وہی کام ہے جن کی یہ مفتاحِ صحبت میں نصیب ہوگئی اگر وہ اعمال نہ کئے تو نری مفتاح کسی مصرف کی اسی لئے یہ کہتا ہوں کہ بدوں اعمال نہ کچھ اعتبار ہے اقوال کا نہ احوال کا نہ کیفیات کا اسی لئے ان چیزوں میں سے کسی چیز میں بھی حظ نہ ہونا چاہئے اگر اعتبار کے قابل کوئی چیز ہے وہ اعمال ہیں اور اعمال تو فتن حق کے مشکل اور توفیق عادیہ موقوف ہے صحبتِ کامل پر

قال را بگزار مرد حال شو پیش مردے کا ملے پامال شو

شیخ کے ساتھ محبت کی زیادہ ضرورت ہے

فرمایا کہ شیخ سے عقیدت اس قدر مطلوب نہیں عظمت اس قدر مطلوب نہیں جس

قدر محبت کی ضرورت ہے -

بڑوں کو بھی چھوٹوں کی ضرورت ہوتی ہے

فرمایا کہ کبھی چھوٹوں کو وہ بات نصیب ہو جاتی ہے کہ بڑوں کو کبھی وہ بات خواب

میں بھی نہ آئی ہوگی۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو بڑے بڑے ہی نہ رہتے کیونکہ نفس مدح سن سن

کرفرعون ہو جاتا۔ اور اب یہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح ہماری ضرورت چھوٹوں کو ہے اسی طرح

ہمیں ضرورت ان کی ہے چنانچہ ہمارے حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں آنے والوں

کی زیارت کو اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتا ہوں۔

ظاہری کمالات مطلقاً دلیل مقبولیت نہیں ہوتے

فرمایا کہ ایک انسان ہے عالم ہے محدث ہے مفسر ہے محافظ ہے قاری ہے نیک

ہے وہ سمجھ رہا ہے میں مقبول ہوں ممکن ہے کہ وہاں مردود ہو ایسی مثال ہے کہ ایک عورت

ہے جو خوبصورت بھی ہے لباس فاخرہ بھی زیور سے آراستہ بھی۔ سنگار کئے ہوئے ہے اور

اس آرائش و زیبائش کی بنا پر سمجھتی ہے کہ میرا خاوند مجھے چاہتا ہے مگر ساتھ ہی گندہ دہنی میں

بتلا ہے اس لئے خاوند کا اس کی صورت دیکھنے کا بھی ارادہ نہیں۔ اور ایک عورت ہے سانولی

کپڑے بھی میلے کچیلے، زیور بھی اس کے پاس نہیں مگر اس کی کوئی ادا خاوند کو پسند ہے اور اس

کو محبوب رکھتا ہے دل سے چاہتا ہے تو جس طرح گندہ دہن عورت اپنے خاوند کی نظر میں

مقبول ہونے کے غلط گمان میں مبتلا ہے، یہی حالت کمالات کی بناء پر ہمارے گمان کی

ہے۔

فقہ الامت مفتی عبدالکریم گمٹھلوی قدس سرہ

## ماہ صفر المظفر کے احکام

ارشاد فرمایا حق تعالیٰ نے کہ بے شک مہینوں کا ہٹنا کفر میں ترقی (کا باعث) ہے (یعنی منجملہ اور کفریات کے یہ حرکت بھی کفر ہے، جو کفار قریش ماہ محرم وغیرہ کے متعلق کیا کرتے تھے، مثلاً اپنی غرض سے محرم کو صفر قرار دے کر اس میں لڑائی کو حلال کہہ دیتے تھے، وغیرہ ذلک۔

اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:

نہ (مرض کا) تعدیہ ہے (بلکہ جس طرح اولاً حق تعالیٰ کسی کو مریض بناتے ہیں اسی طرح دوسرے کو اپنے مستقل تصرف سے مریض کر دیتے ہیں، میل جول وغیرہ سے کوئی مرض کسی کو نہیں لگتا)۔

اور نہ (جانور اڑنے سے) بدشگونی لینا کوئی چیز ہے (جیسا کہ لوگوں میں مشہور ہے کہ دہنی جانب سے تیز وغیرہ اڑے تو اس کو اچھا سمجھتے ہیں اور بائیں جانب سے اڑے تو اس کو منحوس جانتے ہیں یہ سب ڈھکوسلے ہیں)۔

اور نہ الو کی نحوست کوئی چیز ہے (جیسا کہ عام طور پر اس کو لوگ منحوس خیال کرتے ہیں)۔ اور نہ صفر کی نحوست کوئی چیز ہے۔ (بخاری)

فائدہ

آج کل بھی بہت جگہ ماہ صفر کو منحوس سمجھتے ہیں یہ بالکل منکھڑت بات ہے اور حدیث شریف کے صریح خلاف ہے اور اس کی نحوست سے محفوظ رہنے کے واسطے تیرہویں تاریخ کو گھونگلیاں تقسیم ہوتی ہیں۔ اس کا بناء الفاسد علی الفاسد ہونا ظاہر ہی ہے اور اگر کسی کو نحوست کا خیال نہ ہو تب بھی گھونگلیاں پکانا مباح میں التزام اور پابندی کی وجہ سے بدعت



اور گمراہی تو ہے ہی، کمالا یخفی۔

اور ایک رسم اس ماہ میں آخری چہار شنبہ کی مروج ہے، یہ بھی بالکل بے اصل اور بدعت سیئہ ہے۔

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بدفالی ایک شرک ہے اس کو تین مرتبہ فرمایا۔

اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم میں ایسا کوئی نہیں جس کو خیال نہ آتا ہو لیکن اس کو توکل کے ذریعہ بھگا دیتا ہے۔ (ابوداؤد اور ترمذی)

فائدہ

جوبات مشہور ہو اس کا خیال وقت پر ہی آ جاتا ہے لیکن اس خیال پر عمل کرنا یا اس کو جمانا جائز نہیں ہے۔ بلکہ توکل کے خیال کو غالب کرے تو وہ خیال باطل فوراً رفع دفع ہو جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عورت اور مکان اور گھوڑے میں نحوست ہونا جو (بخاری و مسلم میں) مروی ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو ان میں ہوتی، جیسا کہ ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

بعض مقامات پر صفر کے آخری چہار شنبہ کو تہوار مناتے ہیں اور ایک عیدی بھی دیتے ہیں جس کا یہ مضمون ہے۔

آخری چہار شنبہ آیا ہے

غسل صحت نبی نے پایا ہے

اور مکتبوں میں چھٹی بھی ہوتی ہے، سو یہ سب ایجاد فی الدین ہے۔

لطیفہ

ایک نواب زادہ نے اپنے معلم سے جو کہ محقق تھے اس تاریخ میں عیدی مانگی۔

انہوں نے عیدی کے پیرایہ میں اس رسم کی خوب نفی کی ہے  
 آخری چہار شنبہ ماہ صفر  
 ہست چوں چہار شنبہ ہائے دگر  
 نہ حدیث شدہ درآں وارد  
 نہ درو عید کرد پیغمبر

### اضافہ بر مضمون سابق

بعض کتب تصوف میں ایک حدیث لکھ دی ہے کہ:

من بشرنی بخروج صفر بشرته بالجنة۔ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجھ کو ماہ صفر کے گزرنے کی بشارت دے گا میں اس کو جنت کی بشارت  
 دوں گا۔

آہ! اس سے بعض نے اس ماہ کی نحوست پر استدلال کیا ہے، مگر یہ دلیل ثبوتاً  
 ودلالة دونوں طرح مخدوش ہے، یعنی نہ تو یہ حدیث ثابت ہے اور نہ ہی یہ اس مضمون پر دال  
 ہے، اس کا مدلول بر تقدیر قطع نظر از عدم ثبوت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ماہ  
 ربیع الاول میں ہونے والی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم لقاء اللہ مسبوق بالموت کے مشتاق  
 تھے اور اس وجہ سے ربیع الاول کی ابتداء صفر کے انقضاء کی خبر کا آپ کو انتظار تھا۔  
 پس اس خبر کے لانے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت کو مرتب فرمایا۔ چنانچہ  
 کتب تصوف میں اسی مقصود کے اثبات اور تائید کے لیے اس کو وارد کیا ہے۔  
 بہر حال نہ یہ دلیل ثابت ہے اور نہ اس کی دلالت ثابت ہے۔ پس دعوائے  
 نحوست منہدم و منعدم ہو گیا۔

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

## پاکستان کا تاریخی پس منظر (قسط ۱)

اپنے اکابر کی خدمات اور ملک سے محبت و وفا کے پیش نظر بطور تجوید عہد جامعہ حقانیہ، ساہیوال، سرگودھا میں بھی ایک عرصہ سے پرچم کشائی و یوم آزادی کی تقریب منعقد کی جا رہی ہے، حسب سابق امسال بھی یہ تقریب ۱۲ اگست ۲۰۱۷ء / ۲۱ ذوالقعدہ ۱۴۳۸ھ بروز سوموار منعقد ہوئی، تقریب کے آخر میں رئیس الجامعہ حضرت مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم نے ایک تاریخی، یادگار اور چشم کشا خطاب فرمایا، جسے مولانا عبدالصمد ساجد سلمہ مدرس جامعہ حقانیہ ساہیوال نے مرتب کیا ہے، عناوین کے اضافہ کے ساتھ یہ خطاب افادہ عام و خواص کے لیے ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ قارئین قدر فرمائیں گے (ادارہ)

بعد از خطبہ منسوخ!

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم: قُلِ اللّٰهُمَّ  
مَالِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ  
وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. (آل عمران)

تمہید

”معزز علماء کرام! قابل صدا احترام اساتذہ کرام و عزیز طلباء! چودہ اگست یوم آزادی کے حوالے سے آج یہاں جامعہ حقانیہ میں تقریب منعقد کی جا رہی ہے، آٹھ بج کر پچپن منٹ پر صبح پرچم کشائی ہوئی، اور اس کے بعد تقاریر کا سلسلہ شروع کیا گیا، مختلف حضرات نے بیانات کیے ہیں، اور مختلف زبانوں میں بیانات کیے گئے، ”وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالاٰتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَالْوَاوَانُكُم“، اللہ تبارک و تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ انسان کے رنگ مختلف ہیں، زبانیں بھی مختلف ہیں۔

عباراتنا شتیٰ و حسنک واحد وکلّ الی ذاک الجمال یشیر

مقصد سب کا ایک ہی ہے، زبانوں اور رنگوں میں اختلاف، اللہ تبارک و تعالیٰ نے ڈال دیا۔  
**وحدت موضوع**

یوں تو مختلف زبانیں جاننے والے یہاں موجود ہیں، انگلش میں بھی بیان ہوا، جو ان لوگوں نے یقیناً سمجھا ہوگا جنہیں انگلش آتی ہے، اور اسی طریقے پر فارسی میں بھی بیان ہوا، فارسی پڑھنے والوں نے اس کو سمجھا، اور وہ بھی بہت اچھا بیان تھا، اسی طرح ہمارے جامعہ کے قدیم استاد حافظ غلام رسول صاحب نے پنجابی میں بیان فرمایا، اردو بیان بھی ہوتے رہے، تلاوت قاری حماد اللہ سلمہ نے کی، بچوں نے حسب استطاعت ترانے اور نعتیہ کلام پیش کیا، عربی میں بھی تقاریر کا سلسلہ تھا، عبدالقدیر سلمہ نے عربی میں تقریر کی اور ہمارے عزیز مولوی قاسم سلمہ نے فی البدیہہ انگلش میں اچھا بیان کیا۔

ہر ایک نے اپنے اپنے جذبات کا اظہار کیا اور مزید یہ کہ اس تقریب میں جامعہ حقانیہ کے علاوہ فروکھ سے بھی کچھ احباب اور طلباء شریک ہیں، اور جامعہ خالد بن ولید ساہیوال کے اساتذہ اور طلباء بھی شریک ہیں، اور دُٹے والا سے ہمارے عزیز محترم مولانا انتظار صاحب سلمہ ان کا جامع اور مختصر بیان ہوا، تخصّص کے طلباء نے بھی اس میں حصہ لیا، اور ہمارے عزیز مولانا عبدالصمد صاحب نے اس پروگرام کو یہاں تک پہنچایا، آخر میں ہمارے عزیز مولوی جمیل احمد طارق سلمہ نے مخصوص انداز میں نظم پیش کی جس میں علماء دیوبند کی خدمات کا تعارف پیش کیا گیا، بہر حال تمام بیانات اور تقاریر کا جو موضوع تھا، اس کو آپ ”وحدت موضوع“ کے عنوان سے تعبیر کر سکتے ہیں، یعنی موضوع سب کا ایک ہی تھا یعنی پاکستان کی تحریک کا پس منظر، حضرات علماء کرام کی خدمات، اور قیام پاکستان کے موقع پر ہمارے اکابر، اساتذہ، بزرگان دین کی خدمات اور ان کے مبارک ہاتھوں سے پہلی پرچم کشائی جو کراچی اور ڈھاکہ میں ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے یہ مملکت اسلامیہ جو ہمیں عطاء فرمائی، یہ بہت عظیم نعمت ہے۔

## برصغیر پر اسلامی حکومت

ہندوستان پر آٹھ سو سال تک مسلمانوں نے حکومت کی ہے، ساڑھے تین سو سال تک حکومت ایک خاندان کی رہی، جسے مغلیہ خاندان کہا جاتا ہے، ان کا آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر تھا، اس کا جو حال ہوا، وہ تاریخ پڑھنے والے جانتے ہیں، اور بے چارے نے خود بھی کہا۔

کتنا ہے بدنصیب ظفر دُفن کے لیے دو گزر زین نہ مل سکی، کوئے یار میں ساڑھے تین سو سال کی حکومت کے بعد نتیجہ یہ نکلا۔ اور وجہ اس کی کیا ہے؟ اقوام کے عروج و زوال کا سبب علامہ اقبال مرحوم نے قوموں کے عروج اور زوال کے اسباب بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

میں تم کو بتاتا ہوں، تقدیر اُمم کیا ہے!

شمشیر و سناں اول، طاؤس و رباب آخر!

مسلمان کے عروج کا دور وہ ہوتا ہے، جس میں وہ جہاد کرتا ہے، شمشیر و سناں اس کے ہاتھ میں ہو، اور زوال اس وقت آتا ہے کہ جب قومیں کھیل اور رنگ رلیوں میں مگن ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَكَايْنُ مِنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسَبْنَاهَا حِسَابًا شَدِيدًا وَعَذَّبْنَاهَا عَذَابًا نُكَرًا، فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا، أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا (الطلاق: ۸، ۹، ۱۰)

ایک بستی والوں کا اللہ تبارک و تعالیٰ نے حال بیان فرمایا، کہ نعمتوں سے اللہ تعالیٰ نے ان کو مالا مال کیا، مگر انہوں نے ناشکری کی تو ناشکری کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا۔ (اعاذنا اللہ من ذلك)

## برصغیر میں اسلامی حکومت کی بنیاد

سلطان محمود غزنوی نے برصغیر میں اسلامی حکومت کی بنیاد قائم کی، سلطان محمود غزنوی کا دور ایک ہزار سال پہلے کا ہے، اس نے ہندوستان کو فتح کیا، سترہ حملوں کے بعد ہندوستان فتح ہوا، ایک مرتبہ حملہ کیا شکست ہوئی، دوسری مرتبہ، تیسری مرتبہ، چوتھی مرتبہ، پانچویں مرتبہ شکست ہی ہوتی رہی، لیکن سلطان نے ہمت نہیں ہاری، سترہ حملوں کے بعد وہ کامیاب ہوا، کسی نے اس سے سوال کیا اور پوچھا کہ:

بار بار آپ حملے کرتے رہے شکست کھاتے رہے کیا وجہ ہے؟ آپ دو دفعہ، تین دفعہ، چار دفعہ حملہ کر کے ہٹ جاتے! آپ لگے رہے حتیٰ کہ آپ نے ہندوستان کو فتح کر لیا؟ کہنے لگے میں نے ایک چیونٹی کو دیکھا، کہ وہ کسی مکان اور جگہ پر چڑھ رہی تھی، وہ چڑھنا چاہتی مگر گر جاتی، پھر چڑھنے لگتی پھر گر جاتی، سترہویں مرتبہ وہ چڑھنے میں کامیاب ہو گئی، تو میں نے کہا کم سے کم سترہ مرتبہ تو حملہ کرنا چاہیے۔ تو اس طرح اللہ نے اس کو کامیابی دی، اس نے برصغیر میں اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی۔

آٹھ سو سال تک مسلمانوں نے حکومت کی، سلطنتِ غلاماں آئی، اور بہت سی سلطنتیں آتی رہیں، مغلیہ دور آیا، اسی دور میں کچھ عرصے کے لیے ذیلی حکومت شیرشاہ سوری کی بھی آئی، مختلف مقامات پر ذیلی حکومتیں قائم ہوتی رہیں، آٹھ سو سال پر محیط ہندوستان کی طویل تاریخ ہے، آخر میں بہادر شاہ ظفر آیا اور اس کا بہت برا حال ہوا۔

## برصغیر پر انگریزوں کا قبضہ

انگریز برصغیر میں تاجر بن کر آیا تھا مگر رفتہ رفتہ مسلمانوں کے کمزور حالات کی وجہ سے برصغیر پر یہ لوگ چھا گئے، اور قبضہ کر لیا، اس وقت کے غیور بہادر مسلمانوں نے سلطان ٹیپو، اس کے والد حیدر علی، وہ میسور کے شیر تھے، انہوں نے انگریزوں کا مقابلہ بھی کیا، شہادتیں بھی پائیں، مگر اپنے ہی لوگوں نے غداریاں کی جس کی وجہ سے انگریزوں کو کامیابی حاصل ہوئی۔

## جنگ آزادی میں ہمارے اکابر کی جدوجہد

بہر حال پھر اٹھارہ سو ستاون کا معرکہ ہوا، جس کو جنگ آزادی کہا جاتا ہے، وہ تحریک بھی انگریزوں کو ملک سے نکالنے کے لیے تھی، کہ انگریزوں کو حق نہیں پہنچتا، اتنی دور یورپ سے آکر برصغیر کے مسلمانوں پر وہ حکمرانی کرے، قانوناً، شرعاً، اخلاقاً، دیانۃً، امانۃً، کسی طرح بھی اس کو یہ حق نہیں پہنچتا، اور اس وقت یہ مطالبہ تھا کہ انگریز غاصب ہے، اس کو یہ ملک برصغیر چھوڑ کر واپس جانا چاہیے۔

اس اٹھارہ سو ستاون کی جنگ آزادی میں ہمارے حضرات کا بہت بڑا حصہ اور بہت بڑا کردار ہے، وہ تفصیل آپ سن چکے ہیں۔ ظاہری طور پر ناکامی کا سامنا ہوا، انگریز غالب آیا، بہادر شاہ ظفر کو رنگون میں قید کر دیا گیا، اس کے جوان بیٹوں کو اس کے سامنے قتل کر دیا گیا، ظلم و ستم ڈھائے گئے، اور مسلمانوں کے لیے عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا، بے شمار علماء کو سولیوں پر لٹکا دیا گیا۔

## بقائے اسلام کے لیے اکابر کی عظیم کاوشیں

اس کے بعد ۱۸۶۶ء میں ہمارے اکابر نے، جو وقت کے اولیاء، متقی اور پرہیزگار لوگ تھے، مسلمانوں کے مستقبل پر نظر کرتے ہوئے جامع منصوبہ تشکیل دیا، کہ ایک دینی ادارہ قائم کیا جائے، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ مسلمان اسلام، مذہب اور دین پر قائم رہیں گے، قرآن و سنت سے ان کا تعلق رہے گا، اس لیے کہ انگریز نے آکر خانقاہوں، مدارس اور بڑے بڑے جامعات کو ختم کر دیا تھا اور پورا نظام تباہ و برباد کر کے رکھ دیا تھا، لارڈ میکالے نے تعلیمی پالیسی کا اعلان کرتے ہوئے واشگاف الفاظ میں یہ نعرہ بلند کیا کہ:

”میں برصغیر کے مسلمانوں کے لیے انگلستان سے ایسا نظام تعلیم لے کر آیا ہوں، جس کو پڑھ کر برصغیر کے مسلمان دیکھنے میں ہندوستانی نظر آئیں گے، اور دل و دماغ کے اعتبار سے یورپی (انگلستانی) ہوں گے۔“



ع دل بدل جائیں گے تعلیم بدل جانے سے

جیسا نظام اور نصاب ہوگا ویسے ہی ذہن بن جائیں گے، لارڈ میکالے کا یہ نظام تعلیم پورے برصغیر میں جاری کیا گیا، اسی نظام کے بالمقابل ہمارے اکابر، بزرگ اور علماء دیوبند نے مئی ۱۸۶۶ء - ۱۵/۱۲/۱۸۸۳ھ، جمعرات کے دن تحت شجرۃ الرمان (انار کے درخت کے نیچے) مسجد چھتہ میں ایک ایسے ادارے کا آغاز کیا، آج صرف برصغیر اور براعظم ایشیا ہی میں نہیں بلکہ دنیا کے کونے کونے میں اس کا فیض موجود ہے، جس کو دارالعلوم دیوبند کہا جاتا ہے، اور حضرت مولانا قاسم نانوتوی حجتہ الاسلام نے لارڈ میکالے کا جواب دیتے ہوئے یہ بات ارشاد فرمائی کہ:

”ہم مسلمانوں کے لیے ایک ایسا نظام تعلیم لے کر آئے ہیں کہ جس کو پڑھنے کے بعد دیکھنے میں یہ ہندوستانی نظر آئیں گے اور دل و دماغ کے اعتبار سے یہ محمدی ہوں گے۔“  
تو وہ نظام تعلیم انہوں نے اس لیے متعارف کرایا تا کہ مسلمانوں کے نظریہ، اسلام اور مذہب کی حفاظت ہو سکے، اس کے لیے گلی گلی کوچہ کوچہ ان حضرات نے دورے کیے، مسلمانوں کو دین کی تعلیم کی طرف متوجہ کیا، انگریزوں سے کوئی امداد نہیں لی، عام مسلمانوں کے چندوں سے انہوں نے دینی تعلیم کی آبیاری کی، مدارس و مکاتب قائم کیے، مسلمانوں کے بچوں اور بچیوں کو دین پڑھایا، قال اللہ وقال الرسول کی تعلیم دی۔  
نظامہائے تعلیم

اسی دور میں پھر دس سال کے بعد ۱۸۷۶ء میں سر سید احمد خان جو ظاہری طور پر مسلمانوں کا ہمدرد تھا، حقیقت میں وہ ہمدرد نہ تھا بلکہ ”ہمدرد“ تھا، سر سے لے کر پیر تک درد ہی درد، اس نے مسلم کالج کے نام سے ایک نیا نظام تعلیم متعارف کرایا، کہ مسلمانوں کو صرف دین نہیں عصری علوم بھی پڑھانے ضروری ہیں، تا کہ ان کو حکومت کے مناصب اور عہدوں پر فائز کیا جائے، انگریز مسلمانوں کو عہدے دے، یہ ملازمتیں کریں، اور اپنی خوش

حال زندگی گزاریں، بظاہر مسلمانوں کی ہمدردی کے لیے اس نے یہ سلسلہ شروع کیا، بعد میں یہ یونیورسٹی بن گئی، ادھر لکھنؤ میں ندوۃ العلماء میں کچھ حضرات جو نیچری ذہنیت کے حامل تھے، انہوں نے بھی ایک نظام تعلیم جاری کیا، ان کا نظریہ یہ تھا کہ دین اور دنیا دونوں کو پڑھایا جائے، مسلمان قرآن و حدیث بھی پڑھیں اس کے ساتھ عصری علوم بھی حاصل کریں، دینی اور دنیاوی دونوں علوم حاصل کیے جائیں، یہ ندوۃ العلماء کا ایجنڈا تھا۔ اس دور میں یہ تین نظام تعلیم متعارف ہوئے:

ایک دیوبند کا نظام تعلیم۔ دوسرے سرسید (علی گڑھ) کا نظام تعلیم۔ تیسرے ندوۃ العلماء کا نظام تعلیم۔  
تینوں نظام مہائے تعلیم کا تجزیہ

اکبر الہ آبادی مرحوم جو حکیم العصر تھے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی عقل، فہم، بصیرت اور سمجھ عطاء فرمائی تھی، وہ ان عصری علوم کے جامع اور حامل تھے، بیرسٹر اور جج رہے، شاعر بھی بہت بڑے ہیں، لسان العصر کہلاتے ہیں، اقبال مرحوم بھی انہیں اپنا استاد تسلیم کرنے پر مجبور ہیں، انہوں نے ان تینوں نظام ہائے تعلیم کا تجزیہ کرتے ہوئے فرمایا۔  
ہے دل روشن مثال دیوبند اور ندوہ ہے زبان ہوشمند  
دیوبند کی مثال تو ایسی ہے جیسے روشن دل ہوتا ہے، کیونکہ قرآن، حدیث اور دین پڑھنے سے دل روشن ہو جاتا ہے۔

ندوہ نے بڑے خطباء، فصحاء، بلغاء، ادباء، متکلم اور مصنف پیدا کیے، زبان کے ماہر اور شناور سید سلیمان ندوی جیسے حضرات پیدا کیے، تو وہ زبان ہوشمند ہے۔  
اب تیسرا نظام تعلیم علی گڑھ کا تھا، اس کے بارے میں فرماتے ہیں:  
علی گڑھ کی بھی تم تشبیہ لو بس اک معزز پیٹ تم اس کو کہو  
اس نظام تعلیم کا مقصد اور حاصل صرف کھانا پکانا اور کھانا پینا ہے، بس اس کے سوا

کچھ بھی نہیں ہے، لیکن یہ بھی انہوں نے اپنے دور میں کہا تھا، اب یہ معزز پیٹ بھی نہیں رہا اب یہ معذب (عذاب) پیٹ ہو گیا۔

### دارالعلوم دیوبند کے نظام تعلیم پر ایک مبصر انگریز کی حیرانی

دارالعلوم دیوبند نے ایک عظیم نظام تعلیم جاری کیا، قرآن و سنت کی خدمات سرانجام دیں، اور دوسرے علوم و فنون پر بھی ان کی بڑی وسیع نظر رہی، اس دور میں برطانیہ کا ایک بہت بڑا جاسوس تھا، انگریز نے اس کو بھیجا کہ جاؤ دیکھ کر آؤ، دارالعلوم دیوبند کا نظام تعلیم کیسا ہے، اس نے اپنے سروے کے بعد جو تجزیہ لکھا ہے، اس کو پڑھ کر کے انسان دنگ رہ جاتا ہے، وہ وہاں آ کر اور سارا نظام تعلیم دیکھ کر حیران ہوا، کیونکہ وہاں اکلیدس بھی پڑھائی جا رہی تھی، حساب بھی پڑھایا جا رہا تھا، بڑی بڑی مشکل کتابیں پڑھائی جا رہی تھیں، قرآن و حدیث کی بھی تعلیم دی جا رہی تھی لیکن انتہائی سادگی کے ساتھ، وہ دیکھ کر کے دنگ رہ گیا، اس نے جب رپورٹ لکھی، لوگ پڑھ کر حیران ہو گئے، کہ اتنا عظیم ادارہ ہے اور بالکل سادہ۔

الحمد للہ اس دارالعلوم دیوبند نے علماء پیدا کیے، مبلغین پیدا کیے، صحافی پیدا کیے، اور برصغیر کی آزادی کے لیے بہت بڑی خدمات سرانجام دیں، ان کا باقاعدہ مشن تھا کہ برصغیر سے انگریز کا بستر گول کر دیا جائے، اس مقصد کے لیے ہمارے اکابر اور مشائخ نے جدوجہد کی، اور بلاخرہ یہ جدوجہد کامیابی سے ہمکنار ہوئی، اور انگریز حکومت کو یہ باور کرا دیا گیا کہ بہر حال ایک دن اس نے یہاں سے جانا ہے۔

### متحدہ قومیت کے نقصانات

اب ہندو اور برصغیر کے تمام غیر مسلم، لَآنَ الْكُفْرِ مِلَّةً وَاحِدَةً (وہ سارے ایک ہی قوم ہیں) چاہتے تھے کہ مسلمان بھی ہمارے ساتھ مل جائیں، اور متحدہ قومیت کی بنیاد پر ہم انگریز سے مطالبہ کریں کہ آپ اس ملک کو چھوڑ کر چلے جائیں، پھر جیسے ہمارے

حالات ہوں گے، ہم حکومت کا نظام طے کر لیں گے، متحدہ قومیت کا مطلب یہ ہے کہ ایک وطن کے رہنے والے سارے ایک قوم ہیں، چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، چونکہ وطن ایک ہے اس لیے یہ قوم بھی ساری ایک ہے، اس لیے ہندو، دوسرے غیر مسلم اور کانگریس کے بھی کچھ حضرات یہی چاہتے تھے، کہ انگریز چلا جائے اور حکومت ہمارے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے سپرد کرے، ہم یہاں اکثریت کی بنیاد پر جیسی صورت حال ہوگی، حکومت تشکیل دیں گے، مگر اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ”فرّ من المطر و قام تحت المیزاب“ آدمی بارش سے بھاگتا ہوا آئے اور پرنا لے کے نیچے آ کے کھڑا ہو جائے، آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا، کیونکہ پہلے تو مسلمان اور غیر مسلم سارے کے سارے ڈیڑھ سو سال تک برطانیہ انگریز کے غلام رہے، اب اگر متحدہ قومیت کی بنیاد پر انگریز برصغیر چھوڑ کر ان کے سپرد کر کے چلا جاتا، ہندوؤں اور سکھوں کے ساتھ مسلمان بھی ہوتے تو نتیجہ یہ ہوتا کہ مسلمان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہندوؤں کے غلام بن کے رہ جاتے، اس لیے کہ اکثریت غیر مسلموں کی تھی۔

حضرت تھانوی اور مملکت اسلامیہ کا تخیل

تو ہمارے اکابر اور مشائخ نے بھی اور قوم کے لیڈران نے بھی ان حالات کی نزاکت کو سمجھا، اور مسلمانوں کے لیے علیحدہ خطہ کا مطالبہ رکھا گیا، علیحدہ نظام کا تصور اور تخیل جیسا کہ آپ سن چکے ہیں، سب سے پہلے ۱۹۲۸ء میں حکیم الامت، مجددِ ملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے پیش فرمایا، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا عبدالماجد دریا آبادی اور مولانا عبدالباری ندوی یہ حضرات خانقاہ میں حضرت کے سامنے موجود تھے تو حضرت نے ان کی موجودگی میں مسلمانوں کے لیے الگ ریاست اور مملکت کا تخیل پیش فرمایا، مولانا عبدالماجد نے خود لکھا ہے کہ: ”پاکستان کا جو تصوّر لیڈروں نے پیش کیا، یہ بہت بعد کی بات ہے، سب سے پہلے ایک درویش چٹائی پر بیٹھ کر اس تصور اور تخیل کو پیش کر چکا تھا۔“

## علامہ اقبال کا تخیل پاکستان

پھر ۳۰ خطبہ الہ آباد میں علامہ اقبال نے اس کو ایک نظریہ کے انداز میں پیش فرمایا، اور ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء لاہور میں قرارداد پاکستان پیش ہوئی، اور پھر اس کے بعد الیکشن کا مرحلہ آیا، ۱۹۴۵ء اور ۱۹۴۶ء میں الیکشن ہوئے، ۴۵ء میں صوبائی اسمبلی کا اور ۴۶ء میں قومی اسمبلی کا، اس کی بنیاد پر یہ پاکستان معرض وجود میں آیا، اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلم لیگ (جو پاکستان کا مطالبہ کر رہی تھی) کو کامیابی عطا فرمائی۔

تحریک پاکستان میں اکابر دیوبند کا کردار

حکیم الامت، مجددِ ملت نے ۱۹۳۸ء میں مسلم لیگ کی حمایت میں فتویٰ جاری کیا، ”امداد الفتاویٰ“ میں حضرت کا یہ فتویٰ آج بھی موجود ہے۔

اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً محمد علی جناح قائدِ اعظم سے رابطہ رہا، ان کی اصلاح کے لیے فوڈ بھیجے گئے، جس میں علامہ شبیر احمد عثمانی، علامہ ظفر احمد، مولانا شبیر علی تھانوی، مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری، اور ہمارے جد امجد مفتی عبدالکریم گمٹھلوی رحمہم اللہ تعالیٰ شامل ہوتے رہے، قائدِ اعظم کو انہوں نے سمجھایا، کہ سیاست دین کا ایک شعبہ ہے، یہ مذہب سے الگ نہیں ہے، یہ بات قائدِ اعظم محمد علی جناح کو بھی سمجھانی پڑی کیونکہ وہ یہ کہتے تھے کہ مذہب الگ ہے اور سیاست الگ ہے۔ حالانکہ خود علامہ اقبال نے کہا ہے۔

ع جدا ہودیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

بہر حال ان کو سمجھایا گیا کہ یہ مذہب کا ایک شعبہ ہے، دین میں سب چیزیں شامل ہیں، سیاست بھی اسی کا ایک حصہ ہے، یہ ساری کوششیں چلتی رہیں، جولائی ۱۹۴۳ء میں حکیم الامت حضرت تھانوی کا انتقال ہو گیا، مسلم لیگ نے حضرت کی وفات پر اجلاس میں قرارداد پاس کی، پھر اکتوبر ۱۹۴۵ء کلکتہ میں جمعیت علماء اسلام کی تشکیل ہوئی، جس کا صدر علامہ شبیر احمد عثمانی اور نائب صدر علامہ ظفر احمد عثمانی کو قرار دیا گیا، اور بہت بڑا لاکھوں افراد

کا اجتماع ہوا، ان حضرات نے الحمد للہ ۴۵ء اور ۴۶ء کے انتخابات میں بھرپور کردار ادا کیا، جس کا اعتراف قائد ملت لیاقت علی خان کو بھی ہوا اور قائد اعظم محمد علی جناح نے بھی اس کا اعتراف کیا، حضرت حکیم الامت کے تمام متوسلین اس میں شامل تھے، لاکھوں حضرات کے معتقدین اور محبین نے تحریک پاکستان کا ساتھ دیا، جگہ جگہ اس کے لیے جلسے ہوئے، بیانات ہوئے، فتوے جاری ہوئے، تقاریر ہوئیں، مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ تحریر فرمایا، جو آج بھی ”جواہر الفقہ“ میں موجود ہے، اس فتوے پر علامہ شبیر احمد عثمانی، علامہ ظفر احمد، مولانا شبیر علی تھانوی، حضرت مولانا خیر محمد جالندھری اور مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہم اللہ تعالیٰ کے دستخط موجود ہیں، لاکھوں کی تعداد میں یہ فتویٰ تقسیم کیا گیا۔

اکابر کی عظیم کاوشیں اور پہلی پرچم کشائی

میں تو یہ کہا کرتا ہوں کہ اگر ہمارے حضرات اکابر علماء دیوبند حضرت حکیم الامت تھانوی اور ان کے متوسلین پاکستان کے حوالے سے مسلم لیگ کا ساتھ نہ دیتے اور تحریراً و تقریراً تائید نہ فرماتے تو پاکستان کا معرض وجود میں آنا بہت مشکل تھا، کیونکہ کانگریس اپنی جگہ جلسے کر رہی تھی، جمعیت علماء اپنے جلسے کر رہی تھی، احرار اپنے جلسے کر رہے تھے، اور مودودی اپنے جلسے کر رہے ہوتے تھے، یہ بھی پاکستان کے خلاف تھے، ان سب کے پاکستان کے خلاف جگہ جگہ جلسے اور بیانات ہوتے اور ہمارے حضرات کے ان کی تردید میں جگہ جگہ بیانات ہوتے، برصغیر میں سب جگہ ایک ہنگامہ برپا تھا اور پھر جب الیکشن کا مرحلہ آیا تو اس وقت برصغیر کے مسلمانوں کو تیار کیا گیا کہ اس مملکت اسلامیہ کو ہم اسلام کے نفاذ کے لیے حاصل کر رہے ہیں، اس کا مطلب صرف اور صرف لا الہ الا اللہ ہے، آپ اس میں ہمارا ساتھ دیں، مسلمانوں نے اسی مقصد کے لیے اس نعرے کا ساتھ دیا، اور ہمارے اکابر نے اسی مقصد کے لیے اس کی بھرپور تائید کی، اور الحمد للہ اس کے نتیجے میں چودہ اگست ۱۹۴۷ء / ۲۷ رمضان ۱۳۶۶ھ میں پاکستان معرض وجود میں آ گیا اور جب پہلی پرچم کشائی ہوئی تو

علامہ شبیر احمد عثمانی نے قائد اعظم کی موجودگی میں جھنڈا لہرایا، قائد اعظم نے خود فرمایا کہ:

”جھنڈا آپ لہرائیں گے کیونکہ آپ ہی اس کے حق دار ہیں۔“

چنانچہ حضرت نے پرچم کشائی فرمائی اور ڈھاکہ میں علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ

نے پہلا پرچم لہرایا۔

یہ بات ذہن میں رہے، کہ ہم انہی اپنے اکابر اور بزرگوں کی اتباع میں چودہ اگست کو پرچم اور جھنڈا لہراتے ہیں، علامہ شبیر احمد عثمانی اور علامہ ظفر احمد عثمانی یہ ہمارے اساتذہ کے استاذ ہیں، دیوبند کے رہنے والے ہیں، دونوں دیوبندی ہیں، دیوبند میں پیدا ہوئے، دیوبند اور سہارن پور میں انہوں نے تعلیم حاصل کی، بڑی عظیم علمی شخصیات ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائیں، آمین۔

(جاری.....)



مترجم: عبدالناصر ترمذی

## گوشہ نشینی کی اہمیت اور فوائد

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ (۸۹۷ھ-۹۷۳ھ) مصر میں بہت بڑے ولی اللہ اور صوفی بزرگ گزرے ہیں۔ آپ شریعت و طریقت کے جامع تھے، اس لیے آپ کی کتب علماء اور صوفی حضرات دونوں میں مقبول ہیں۔ تصوف کے موضوع پر آپ کی بہت سی کتب کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ زیر نظر مضمون ”گوشہ نشینی کی اہمیت اور فوائد“ جس میں گوشہ نشینی و خلوت کی اہمیت کو اجاگر اور ترک تعلقات پر زور دیا گیا ہے، آپ کی مشہور کتاب ”تنبیہ المغتربین“ کے باب چہارم کے کچھ حصہ کا ترجمہ ہے۔ جسے افادہ عام کی غرض سے شائع کیا جا رہا ہے۔ (از مترجم)

### سلف صالحین اور گوشہ نشینی

اور اولیاء اللہ کے اعلیٰ اخلاق میں سے زیادہ وقت گوشہ نشین رہنا، اور بغیر کسی شرعی ضرورت کے لوگوں سے زیادہ نہ ملنا بھی ہے۔ تمام سلف صالحین کا یہی طریقہ رہا ہے۔ ان حضرات سے جس دن کوئی شخص نہ ملتا تو وہ اسے عید کا دن شمار کرتے تھے، لہذا جو شخص لوگوں سے زیادہ میل جول رکھے گا وہ سلف صالحین کے طریقے پر عمل کرنے والا نہ ہوگا، نیز لوگ اس سے مستفید بھی نہ ہو سکیں گے۔ کیونکہ جو شخص لوگوں سے زیادہ میل جول رکھے اس کی قدر و منزلت کم ہو جاتی ہے اور وہ اسے عام آدمی کی طرح گھٹیا اخلاق والا اور اللہ سے غافل سمجھتے ہیں۔

میں نے اس زمانے کے بہت سے مشائخ کی زیارت کی لیکن ان کی مجلس کو غیبت سے بہت کم محفوظ پایا۔ اسی وجہ سے میں نے اپنے اور ان کے دین کی حفاظت کی خاطر ان کی مجالس میں جانا چھوڑ دیا، نہ کہ اس بنا پر کہ مجھے ان کی زیارت کا شوق نہ تھا۔ غور فرمائیے! کہ جب مشائخ کی مجالس کی یہ صورت حال ہے تو عام لوگوں کی مجالس کا کیا حال ہوگا۔ اے بھائی! اس زمانے میں جب تو کسی بھی آدمی سے ملے تو اپنے نفس کی مکمل

حفاظت کرا اور اس میں کسی قسم کی غفلت اور سستی کا مظاہرہ نہ کر۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد

امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: کچھ نہ کچھ گوشہ نشینی ضرور اختیار کرو۔

گوشہ نشینی دین کی حفاظت کا ذریعہ

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: جو شخص یہ چاہے کہ لوگ اس کے عیبوں پر کم مطلع ہوں تو اسے چاہئے کہ وہ گھر میں بیٹھے، جو شخص لوگوں سے زیادہ میل جول رکھے گا اس کا دین چھین لیا جائے گا اور اسے احساس تک نہ ہوگا۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں اپنے گھر کا دروازہ بند کر لوں اور کبھی باہر نہ نکلوں یہاں تک کہ مجھے موت آجائے۔

حضرت ربیع کا قصہ

امام شعی فرماتے ہیں کہ: حضرت ربیع بن خثیم رحمہ اللہ تعالیٰ ایک طویل مدت تک قوم کی مجالس و محافل میں نہیں بیٹھے مگر ایک روز (ایسا ہوا کہ) وہ اپنے گھر کی چوکھٹ پر تشریف فرما ہوئے تو اچانک نہ جانے کہاں سے ایک پتھران کے سر پر آگیا اور سر پھٹ گیا، وہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور خود سے مخاطب ہو کر فرمایا ”اے ربیع! تجھے نصیحت کی گئی ہے۔“ اس کے بعد وہ تمام عمر کبھی بلا ضرورت گھر سے باہر نہیں نکلے۔

حضرت ربیع بن خثیم فرمایا کرتے تھے کہ: جو شخص راستے میں بیٹھے تو اسے چاہئے کہ وہ اس کا حق ادا کرے۔ راستہ کا حق یہ ہے کہ لوگوں کے سلام کا جواب دے، مظلوم اور ضرورت مند کی مدد کرے، اور ظالم کے خلاف گواہی دے۔

کثرت ملاقات کا نقصان

حضرت حازم فرمایا کرتے تھے: بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کے

ساتھ دیر تک بیٹھے اور ان دونوں میں سے کسی سے کوئی ایسی بات صادر نہ ہو جو دوسرے کو بری نہ لگے، اس لیے دوست احباب سے کبھی کبھار ہی ملنا چاہئے۔  
سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے: عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ ان کی بادشاہی میں قتل و ظلم عام ہوگا، اور مالدار متکبر اور بنخیل ہوگا اور بغیر دنیاوی طمع کے وہ ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات کے بھی روادار نہ ہوں گے۔ پس جو شخص یہ زمانہ پائے اور اپنے نفس کی حفاظت اور صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو پچاس صدیقوں کا ثواب عطا کریں گے۔

نیر یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ: ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ آخری زمانہ میں راحت اسی مومن کو نصیب ہوگی جو لوگوں میں مشہور نہ ہوگا۔  
حضرت فضیل کا ارشاد

حضرت فضیل بن عیاض کو ان کے بیٹے علی کے متعلق بتایا گیا کہ وہ کہتے ہیں: ”مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں کسی ایسی جگہ رہوں جہاں میں تو لوگوں کو دیکھوں لیکن مجھے کوئی نہ دیکھ سکے“ تو اس پر حضرت فضیل بن عیاض نے فرمایا کہ اس نے مکمل بات کیوں نہ کی؟ پھر فرمایا مکمل بات یہ ہے کہ: ”نہ وہ مجھے دیکھیں اور نہ میں ان کو دیکھ سکوں“۔  
خلوت سے متعلق چند اقوال

حضرت وہب بن ورد فرمایا کرتے تھے: میں پچاس سال تک لوگوں سے ملتا جلتا رہا، میں نے آج تک ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا کہ جس نے میری کوتاہی اور غلطی سے درگزر کیا ہو۔ اور نہ ہی میں نے کسی کے غصہ سے اپنے آپ کو محفوظ پایا۔

حضرت حاتم اصم فرمایا کرتے تھے: لوگوں کو آگ کی مانند سمجھو اور بغیر ضرورت کے ان سے ہرگز نہ ملو، اور (ضرورت کے وقت ملتے ہوئے بھی) ان کے زیادہ قریب جانے

سے ایسے ہی ڈرو جیسے آگ کے قریب ہونے سے ڈرتے ہو۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: جو شخص لوگوں سے زیادہ میل جول رکھے گا تو وہ اس کے دل کو ضرور خراب کر دیں گے۔

حضرت جعفر بن حمید فرمایا کرتے تھے کہ: سچی بات تو یہ ہے کہ تو لوگوں کے لیے ضروری ہے اور لوگ تیرے لیے۔ لیکن تمہیں ایک دوسرے سے ڈرتے رہنا چاہئے۔  
حضرت سلیمان خواص کی احتیاط

حضرت ابراہیم بن ادہم ایک مرتبہ سفر پر تشریف لے گئے، جب سفر سے واپس آئے تو حضرت سلیمان خواص آپ سے ملنے کے لیے تشریف نہیں لائے۔ لوگوں نے ان سے ملاقات کے لیے نہ جانے کی وجہ دریافت کی تو فرمایا: میں اس خوف کی وجہ سے نہیں گیا کہ ملاقات کے وقت میں ان کے لیے کلام کو مزین کر کے اپنی ہلاکت کا سامان نہ کر لوں۔  
علم دین اور خلوت

حضرت صالح بن حسن فرمایا کرتے تھے کہ: ہم نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ آپس میں دور رہ کر محبت کرتے ہیں مگر ملاقات کو پسند نہیں کرتے۔  
حضرت ربیع بن خثیم فرمایا کرتے تھے کہ: کسی بھی شخص کے لیے تفقہ فی الدین سے پہلے عبادت کے لیے گوشہ نشینی اختیار کرنا درست نہیں ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے: پہلے علم دین حاصل کرو اس کے بعد گوشہ نشینی اختیار کرو، علم دین حاصل کئے بغیر گوشہ نشینی درست نہیں۔  
خلوت نشینی اور اس کا شرعی حکم

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: آدمی کا اپنے گھر میں بہترین بیٹھنا یہ ہے کہ وہ کسی ایسے گوشے میں بیٹھے کہ جہاں سے نہ وہ کسی کو دیکھے اور نہ اس کو کوئی دیکھ سکے۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ: اللہ کی قسم خلوت نشینی جائز ہے۔ میں (مصنف کتاب) کہتا ہوں کہ لوگوں سے خلوت نشینی واجب ہے۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ حلت له شفاعتی میں حلت (جائز) سے مراد وجبت (وجوب) ہے۔

حضرت ابو وراق کی نصیحت

حضرت ابو بکر وراق رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ: عوام الناس سے اپنے اعمال کو پوشیدہ رکھو کیونکہ یہ عقلوں کو چرا لیتے ہیں۔

حضرت ابو بکر وراق رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: چار چیزوں کے ہوتے ہوئے چار چیزوں کی تمنا اور امید ہرگز نہ رکھ:

(۱) لوگوں کے ساتھ میل جول اور ملاقات کے ہوتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس کی۔

(۲) ظالموں کے ساتھ تعلقات کے ہوتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی رضا کی۔

(۳) دنیا کی محبت کے ہوتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی محبت کی۔

(۴) یتیم پر ظلم و زیادتی کرتے ہوئے، دل کے نرم ہونے کی۔

### خلوت نشینی کا فائدہ

حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ: گوشہ نشینی اس شخص کو اختیار کرنی چاہئے جو دنیا کو چھوڑنے کا ارادہ کر چکا ہو، جو شخص دنیا میں رغبت رکھتا ہو اس کے لیے لوگوں سے الگ تھلگ رہنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ پس جس شخص نے لوگوں سے علیحدگی اختیار کی اور اس نے حق تعالیٰ شانہ کو اپنا مونس و غمخوار اور قرآن کو اپنے ساتھ باتیں کرنے والا نہ بنایا تو وہ راستے سے بھٹک گیا اور اس کی گوشہ نشینی بے کار ہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ: ایسی جگہ بیٹھ جہاں کوئی شخص نہ تجھے دیکھ سکے اور نہ ہی تیری آواز سن سکے۔

اللہ تعالیٰ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی مجالست

حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ: جس شخص نے اللہ تعالیٰ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مجالست (یعنی ان کی مجلس اختیار) نہ کی تو اس کی گوشہ نشینی کا کوئی فائدہ نہیں؟

عرض کیا گیا کہ: حضرت یہ کیسے ممکن ہے؟ فرمایا: تدبر کے ساتھ قرآن کریم پڑھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال و افعال کا مطالعہ اور ان میں غور و فکر کرے۔ جس نے اس پر عمل کیا تو بلاشبہ اسے اللہ تبارک و تعالیٰ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا۔  
حضرت داود طائی کی خلوت نشینی

حضرت داود طائی نے جب لوگوں سے علیحدگی اختیار کی تو ان کے دوست و احباب نے اس پر شکوہ کیا تو آپ نے فرمایا میں نے یہ کام اس وقت کیا جب میں نے دیکھا کہ چھوٹے بڑوں کی تعظیم نہیں کرتے، اور میرے بھائی میرے عیوب تلاش کرتے ہیں تاکہ ناراضگی کے زمانہ میں مجھے ذلیل و رسوا کریں۔

حضرت ابراہیم بن ادہم فرمایا کرتے تھے کہ: گوشہ نشینی اختیار کرنے کا سب سے کم فائدہ یہ ہے کہ انسان ناپسندیدہ باتوں کے دیکھنے اور سننے سے محفوظ رہتا ہے۔  
اہل اللہ کے چند ارشادات

حضرت بشیر بن منصور فرمایا کرتے تھے کہ: اپنے اعمال کو لوگوں سے چھپا کیونکہ تو نہیں جانتا کہ تیرے لیے رسوائی میں سے کیا مقدر ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ) اس لیے مناسب ہے کہ تمہارے اعمال سے کم لوگ واقف ہوں۔

حضرت ایوب سختیانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ: لوگوں سے علیحدگی اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب تو کسی ضرورت کے لیے بھی گھر سے باہر نکلے تو ایسے

مقامات پر جانے سے گریز کر جہاں لوگوں کی آمد و رفت زیادہ ہو۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کے صاحبزادے عبداللہ نے ایک تہہ خانہ بنایا ہوا تھا وہ اسی میں بیٹھے رہتے تھے اور صرف نماز پڑھنے کے لیے باہر نکلتے تھے۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ: یہ زمانہ خاموشی اختیار کرنے، گھروں میں بند رہنے، اور قوت لایموت پر قناعت کرنے کا ہے۔

### دین کی حفاظت

حضرت مکحول فرمایا کرتے تھے کہ: اگر لوگوں کی مجالس میں بھلائی ہو، پھر بھی ان سے دور رہنے میں ہی دین کی زیادہ حفاظت ہے۔

حضرت سفیان بن عیینہ فرمایا کرتے تھے کہ: میں حضرت ابو حسیب بدری سے ملا تو انہوں نے فرمایا ”اے سفیان ہم نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی میں بھلائی نہیں دیکھی، پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اس ذات کے ساتھ تعلق مضبوط نہیں کرتے جس کے علاوہ کسی میں بھلائی نہیں دیکھی۔“

میں (مصنف کتاب علامہ شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ) نے ابراہیم بن ادہم کو شام میں دیکھا تو ان سے عرض کی کہ اے ابواسحاق! کیا آپ خراسان چھوڑ کر یہاں مقیم ہو گئے ہیں؟ فرمایا جی ہاں! مجھے یہ زندگی بھلی لگتی ہے کہ میں اپنے دین کو لے کر ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ کی طرف بھاگتا پھروں اور دیکھنے والے مجھے اونٹ چرانے والا، کشتی بان یا جانوروں کو سدھانے والا سمجھیں۔

### عوام کی حالت

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ: ہم نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ ایسی دوا تھے کہ جس سے شفا حاصل کی جاتی ہے، لیکن اب وہ ایسا مرض بن گئے ہیں جس کی کوئی دوا نہیں ہے۔



### حضرت حماد کا ایک عجیب جملہ

حضرت حماد بن زید فرماتے ہیں کہ: میں حضرت مالک بن دینار کی زیارت کے لیے گیا تو ان کے پاس ایک کتے کو دیکھا، جب میں نے اسے وہاں سے بھگانا چاہا تو حضرت نے منع کر دیا اور فرمایا اے حماد! اسے چھوڑ دو یہ میرے اس ہم نشین سے بہتر ہے جو میرے پاس بیٹھ کر لوگوں کی غیبت کرے۔

### حضرت محمد بن واسع کی گمنامی

جب حضرت عبداللہ بن المبارک بصری سے بغداد آئے تو انہوں نے محمد بن واسع کو تلاش کیا لیکن کسی شخص کو ان کا پتہ معلوم نہ تھا، حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا ان کا غیر معروف ہونا ان کی فضیلت ہے۔ گویا گمنامی نے ان کی محبت اور تعظیم میں اور اضافہ کر دیا۔

### حسن بصری سے بڑا فقیہ

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں: میں نے ایک شخص کو لوگوں سے الگ تھلگ دیکھا تو اس سے پوچھا کہ تو لوگوں کے ساتھ کیوں نہیں ملتا؟ اس نے جواب دیا میں ان سے دور رہ کر اپنے کام میں مشغول ہوں جو ان کی ملاقات سے زیادہ اہم ہے۔ میں نے کہا وہ کیا؟ اس نے کہا میں ہر روز نعمت اور گناہ کے درمیان صبح کرتا ہوں، پس نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں اور گناہوں پر اس سے استغفار کرتا ہوں۔ میں نے اس سے کہا: اے بھائی! تو اکیلا ہی بیٹھا کر تو تو حسن بصری سے بھی بڑا فقیہ ہے۔

### قلت اختلاط

حضرت ابراہیم بن ادہم سے پوچھا گیا کہ آپ لوگوں سے کیوں نہیں ملتے کہ آپ انہیں نیکی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ لوگوں سے نہ ملنے کی وجہ سے یہ (امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا) فریضہ مجھ سے ساقط ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا گیا کہ: آپ لوگوں سے ملتے جلتے کیوں نہیں؟ حضرت نے فرمایا کہ: میں ان کے لیے فارغ نہیں ہوں۔  
خلوت کے چند فوائد

حضرت فضیل بن عیاض فرمایا کرتے تھے کہ: سلف صالحین نے گوشہ نشینی اور خلوت کو اس لیے اختیار کیا کہ یہ غفلت کی نیند سے جگاتی اور اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ یاد دلاتی ہے، اور تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی معرفت زیادہ حاصل ہوتی ہے۔ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے وہ یہ چاہتا ہے کہ اس کی کسی کو خبر نہ ہو۔ پس اگر تو اس بات کی طاقت رکھتا ہو کہ تو لوگوں کے لیے چلے اور وہ تیرے لیے نہ چلیں اور تو ان سے سوال کرے اور وہ تجھ سے سوال نہ کریں تو اس طرح کر لے۔ اللہ کی قسم! اگر کوئی شخص ملاقات کے وقت مجھے سلام نہ کرے یہ بیماری میں عیادت نہ کرے تو اس میں بھی اس کی فضیلت کو ہی دیکھتا ہوں۔

ایک روز اچانک کوئی آدمی آپ سے ملنے گھر پہنچ گیا تو آپ اس کے لیے مکان خالی کر کے خود باہر تشریف لے گئے۔ اس نے کہا اے ابوعلی! آپ کیوں باہر تشریف لے جا رہے ہیں، میری راحت پیش نظر ہے یا کچھ اور بات ہے؟ حضرت فضیل نے فرمایا کیا تو چاہتا ہے کہ ہم مل کر بیٹھیں اور ایک دوسرے کے لیے کلام کو مزین (یعنی چکنی چڑی باتیں) کریں۔ اللہ کی قسم! میں تو تنہائی میں ہی لذت اور راحت محسوس کرتا ہوں۔  
حالت کی تبدیلی

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: ہم نے لوگوں کو ایسے پتے کی مانند دیکھا جس میں کوئی کانٹا نہیں ہوتا، لیکن آج کے دن وہ ایسا کانٹا ہو گئے ہیں جس میں پتے کا نام و نشان نہیں۔

میل جول کا نقصان

حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ: حضرت سفیان ثوری نے مجھ سے اپنی

زندگی میں بھی یہ فرمایا اور موت کے بعد بھی جبکہ میں خواب ان کی زیارت سے مشرف ہوا ”بلا ضرورت کسی سے میل جول نہ رکھو کیونکہ جب تعلقات بڑھ جائیں تو لوگوں سے چھٹکارا پانا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور آدمی کو ناگواری کا سامنا اسی کی طرف کرنا پڑتا ہے جس سے جان پہچان ہو۔

### قسط الرجال کا دور

حضرت ابراہیم بن ادہم سے ایک مرتبہ کہا گیا کہ آپ لوگوں سے کیوں نہیں ملتے؟ انہوں نے فرمایا لوگ تو زمین کے نیچے چلے گئے ہیں۔

اے بھائی! اس بات کو اچھی طرح سمجھ لے اور لوگوں سے تعلقات کم سے کم رکھ۔ یہ حالات تو دوسری صدی کے بزرگوں کے ہیں تو سوچ کہ اب دسویں صدی جس کے اندر تو ہے اس میں کیا حالات ہوں گے۔ خبردار! خود کو ابلیس ملعون کے اس مہلک وار سے بچا کہ وہ تیرے ساتھ کھلواڑ کرتے ہوئے تجھے یہ باور کرانے کی کوشش کرے کہ اب تو ایسے مقام پر پہنچ گیا ہے کہ اب تجھے تیرے رب سے کوئی چیز غافل نہیں کر سکتی، بلاشبہ یہ شیطان کے وسوسے ہیں۔

اے بھائی! اچھی طرح ذہن نشین کر لے کہ تیرا مقام و مرتبہ ان صالحین سے بہت کم ہے جن کے احوال و ملفوظات اوپر ذکر ہوئے۔ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

محمد ارمان

## ماہِ صفر المظفر اسلام کی نظر میں

وجہ تسمیہ

صَفَر المظفر اسلامی سال کا دوسرا مہینہ ہے، جو محرم الحرام کے بعد اور رَجَب الاول سے پہلے آتا ہے۔ صَفَر عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے متعدد معنی بیان کیے گئے ہیں، مثلاً:

(۱) پیٹ کے کیڑے یا سانپ۔ (تاج العروس)

(۲) سونا، پیتل، زرد رنگ، خشک گھاس، صفرای امراض، نحوست، شگون بد،

عمدہ خوش بُو، وغیرہ؛ مگر یہ سب مجازی اور مرادی معانی ہیں حقیقی نہیں، کیوں کہ اسلام ان کی تردید کر چکا ہے۔

(۳) خالی ہونا۔ (لسان العرب)

یہ تیسرا معنی ہی زیادہ معروف ہے۔ عرب کے لوگ زمانہ جاہلیت (قبل از اسلام) میں محرم الحرام کی حرمت کی وجہ سے جنگ سے باز رہتے تھے؛ اس لیے جیسے ہی ماہِ صفر کا آغاز ہوتا، تو اپنی ضرورت کی اشیاء لینے اور جنگ و جدال کے لیے گھروں سے نکل جاتے اور گھروں کو خالی چھوڑ دیتے تھے، پس اس مناسبت سے اس ماہ کو صفر (خالی ہونا) کہا جانے لگا۔

اور شریعت اسلامیہ میں اس مہینہ کو صفر اس لیے کہا جاتا ہے تاکہ یہ بھی محرم الحرام کی طرح معصیت سے خالی رہے۔

### ماہِ صفر کے فضائل و اعمال

علمائے اُمت فرماتے ہیں کہ اس مہینے کی فضیلت یا مخصوص اعمال کی کوئی حدیث نظر سے نہیں گزری، اس لیے معمول کی عبادت ہے۔ البتہ اس ماہ سے منسوب باطل نظریات و توہمات سے دُور رہنے کا حکم ضرور فرمایا گیا ہے، جیسا کہ آئندہ سطور میں آ رہا ہے۔

## ماہِ صفر کے ساتھ لفظ ”المظفر“ یا ”الخیر“ کا اضافہ

چوں کہ زمانہ جاہلیت میں عرب کے لوگ ماہِ صفر کو نحوس، بد شگون اور بُرا سمجھتے اور بڑے عجیب و غریب قسم کے خیالات رکھتے تھے کہ اس مہینے میں آفات و مصائب نازل ہوتی ہیں، اس لیے اسے ”صفر المظفر“ یا ”صفر الخیر“ کہا گیا تا کہ اسے نحوست والا مہینہ نہ سمجھا جائے۔ ”مظفر“ کا معنی کامیابی، اور ”خیر“ کا معنی نیکی، سلامتی اور برکت کے ہیں۔

افسوس! آج بھی زمانہ جاہلیت کے وہ فاسد خیالات اور باطل عقائد ہمارے معاشرہ میں نسل در نسل چلے آ رہے ہیں۔ چنانچہ اس ماہ میں خوشی کی تقریبات مثلاً: شادی بیاہ، لڑکی کی رخصتی، ختنہ اور عقیقہ وغیرہ سے مکمل احتراز کیا جاتا ہے، نحوست کو دور کرنے کے لیے مختلف ٹوٹکے اور عملیات کیے جاتے ہیں، اور اگر کوئی حادثہ یا غم ناک واقعہ یا کسی کام میں ناکامی ہو جائے، تو کہتے ہیں کہ ”یہ دن یا یہ مہینہ یا یہ تاریخ ہی منحوس تھی“۔ استغفر اللہ!

ایک حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

آدم کی اولاد زمانے کو گالی دیتی ہے، زمانے کو بُرا کہتی ہے، حالانکہ زمانہ تو مہینوں، رات و دن کی گردش میرے ہاتھ میں ہے۔ (بخاری)

ایک دوسری روایت میں ہے: رات و دن کو میں بدلتا ہوں، اور جب چاہوں گا، تو اس کو الٹ پلٹ کر ختم کر دوں گا۔ (مسلم)

ایک روایت میں ہے: ابنِ آدم زمانے کو گالی دے کر مجھے تکلیف پہنچاتا ہے۔ (بخاری)

ایک روایت میں ہے: ابنِ آدم یا خَیْبَةَ الدَّهْرِ (اے کم بخت زمانے!) کہہ کر مجھے اذیت پہنچاتا ہے، کوئی شخص یا خَیْبَةَ الدَّهْرِ نہ کہا کرے۔ (مسلم)

اور ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: زمانے کو گالی نہ دیا کرو۔ (مسلم) اس مفہوم کی اور بھی روایات ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ بعض لوگ حوادثِ زمانہ سے متاثر ہو کر زمانے کو بُرا کہنے لگتے

ہیں، حالانکہ زمانہ کوئی کام نہیں کرتا، زمانے میں جو واقعات اور حوادث رونما ہوتے ہیں اور جو انقلاب ہوتے رہتے ہیں، وہ تمام حضرت حق تعالیٰ کی مشیت اور اُن کے حکم سے ہوتے ہیں۔ لوگ اپنی بے وقوفی سے یا جان بوجھ کر زمانے کو بُرا کہتے ہیں، گالیاں دیتے ہیں، زمانے کو بُرا کہنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کو بُرا کہنا ہے، کیوں کہ اصل فاعل تو وہ ہیں، اس لیے اس فعل سے منع فرمایا۔ (الہدیۃ السنیۃ فی الاحادیث القدسیۃ)

نیز اس ماہ میں بے شمار خیر کے کام ہوئے ہیں، مثلاً: مکہ سے مدینہ ہجرت، غارِ ثور میں داخلہ، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادیوں کے نکاح، کئی حضرات کا قبولِ اسلام وغیرہ۔ ان خیر کے کاموں کا ہونا ہی اس بات کی علامت ہے کہ یہ مہینہ نحوست اور بے برکتی و ناکامی کا نہیں ہے۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات

اسلام میں ”نیک شگون یا اچھی فال لینا“ محمود و مستحسن بلکہ مستحب ہے، جب کہ ”تطیر“ یعنی بُری فال لینا (چاہے کسی بھی طریقہ سے ہو) مذموم و ممنوع ہے۔... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کثرت کے ساتھ اور خاص طور پر لوگوں کے (اچھے) ناموں اور جگہوں کے ذریعہ اچھی فال (نیک شگون) لیتے تھے، لیکن کسی چیز سے شگون بد نہیں لیتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے لیے ”صفر“ کے مہینہ سے وابستہ باطل عقائد کی سختی سے تردید اور توہم پرستی و بد شگونی کی نفی فرمادی، اس موضوع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بے شمار ارشادات منقول ہیں، بطورِ نمونہ چند ایک ملاحظہ ہوں:

فرمایا: بد شگونی بے حقیقت ہے، اس سے بہتر تو اچھی فال ہے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ اور ”فال“ کیا چیز ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”وہ اچھا کلمہ جس کو تم میں سے کوئی شخص سُنے اور اس سے اپنی مُراد پانے کی توقع پیدا کرے“۔ (متفق علیہ) فرمایا: بیماری کا ایک دوسرے کو لگنا، بد شگونی، ہامہ (پرندہ، جیسے اُلو سے بد شگونی

لینا) اور صفر یہ سب چیزیں بے حقیقت ہیں۔ (رواہ البخاری)  
 فرمایا: ایک دوسرے کو بیماری لگنا، ہامہ، نوء (منزلِ قمر) اور صفر کی کوئی حقیقت  
 نہیں ہے۔ (رواہ مسلم)

فے: نوء کی جمع انواء ہے۔ یہ چاند کی اٹھائیس منزلوں کا نام ہے، جس میں ہر  
 منزل کے مکمل ہونے پر صبح صادق کے وقت ایک ستارہ گرتا ہے اور دوسرا ستارہ اس کے  
 مقابلے میں اسی وقت مشرق میں طلوع ہوتا ہے۔ اہل عرب کا بارش کے متعلق یہ گمان تھا کہ  
 چاند یا ستاروں کی ایک منزل کے ختم اور دوسری منزل کے آغاز پر بارش ہوتی ہے (یعنی ستاروں  
 کو بارش کے سلسلے میں مؤثر حقیقی مانتے تھے، اس پر ایک واقعہ بھی شروع میں گزر چکا ہے)۔  
 فرمایا: ایک سے دوسرے کو بیماری کا لگنا، صفر اور غول (جئات و شیطین کی ایک قسم  
 و جنس بھوت پریت) کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ (رواہ مسلم)

فرمایا: شگون بد لینا شرک ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اہمیت ظاہر کرنے  
 کے لیے) یہ بات تین مرتبہ فرمائی، تاکہ لوگ اس سے اجتناب کریں۔ (رواہ الترمذی)  
 فرمایا: یاد رکھو! کسی مسلمان کو شگون بد (اس کے مقصد و ارادہ سے) باز نہ رکھے  
 (یعنی مسلمان کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ کسی کام کو کرنے کا ارادہ کرے اور پھر کسی  
 چیز کو بد شگونی سمجھ کر اس کام سے باز رہے)۔ اور جب تم میں سے کوئی شخص ایسی چیز کو دیکھے  
 جس کو وہ ناپسند کرتا ہے، یعنی ایسی چیز جس کے ذریعہ شگون بد لیا جاتا ہے اور جو دل و دماغ  
 میں وہم و خلجان پیدا کرتی ہے، تو چاہیے کہ یہ دُعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ لَا يَأْتِيْ بِالْحَسَنَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا يَذْفَعُ السَّيِّئَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ  
 اے اللہ! اچھائیوں اور بُرائیوں کا لانے والا صرف تُو ہے اور صرف تُو ہی بُرائیوں  
 اور خرابیوں کو دور کرنے والا ہے، اور بُرائی سے منہ موڑنے اور نیکی کی طرف آنے کی توفیق و  
 طاقت اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ (رواہ ابوداؤد)

المختصر! اسلام نے سحر و کھانت، بد فالی و بد شگونی، رُل و زانچہ وغیرہ کھینچ کر آئندہ کے حالات معلوم کرنا اور توہمات وغیرہ سے منع کیا ہے، کیوں کہ یہ سب شرک ہے، شیطان کے کام ہیں؛ جیسے یہ کہنا کہ فلاں کام کے لیے فلاں دن یا مہینہ منخوس ہے، فلاں رنگ منخوس اور بھاری ہے، مصیبت آجائے گی، یہ سب توہم پرستی ہے۔

ایک من گھڑت روایت سے استدلال اور اس کا جواب:

بعض لوگ ماہِ صفر کے منخوس ہونے پر ایک مشہور روایت کو بطور استدلال پیش کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ بَشَّرَنِي بِخُرُوجِ صَفَرٍ، بَشَّرْتُهُ بِالْجَنَّةِ.

جو شخص مجھ کو ماہِ صفر کے گزرنے کی بشارت دے گا، میں اُسے جنت کی بشارت

دوں گا۔

جواب (۱) دشمنانِ اسلام نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب بہت سی جھوٹی روایات پھیلائی ہیں، انہی میں سے ایک مذکورہ بالا روایت بھی ہے، مشہور محدث مولا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۱۰۱۴ھ) نے اس روایت کو بے اصل اور موضوع قرار دیا ہے۔ (الموضوعات الکبریٰ)

اس کے علاوہ اور کئی ائمہ حدیث مثلاً: علاءہ طاہر پٹنی (م ۹۸۶ھ) علاءہ عجونی (م ۱۱۶۲ھ) اور علاءہ قاضی شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) قدس سرہم نے بھی اس کو بے اصل کہا ہے، اور من گھڑت روایت سے استدلال کرنا سرِ جہالت ہے۔

(۲) ماہِ صفر کے منخوس ہونے کی اس من گھڑت روایت کے بالمقابل ماہِ صفر کے بارے میں بے شمار صحیح احادیث موجود ہیں (کچھ گزشتہ عنوان میں بھی گزر چکی) جو ماہِ صفر کی نحوست کی نفی کرتی ہیں، اس لیے صحیح احادیث کے مقابلہ میں ایک من گھڑت روایت پر عمل کرنا خلافِ عقل بھی ہے۔



(۳) اگر بالفرض اس روایت کو صحیح تسلیم کر کے الفاظ پر غور کیا جائے، تو بھی ان الفاظ سے ماہِ صفر کی نحوست ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کا صحیح مطلب اور مصداق یہ ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ماہِ ربیع الاول میں ہونے والی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم موت کے بعد اللہ کی ملاقات کے مشتاق تھے، اس لیے ربیع الاول کے شروع ہونے اور صفر کے گزر جانے کی خبر کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انتظار تھا، پس اس خبر کے لانے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت کو مُرتب فرمایا۔ چنانچہ تصوف کی بعض کتابوں میں اسی مطلب کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس روایت کو ذکر کیا گیا ہے۔

المختصر! اس من گھڑت و بے اصل حدیث کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا، بیان کرنا اور اس کے مطابق اپنا ذہن بنانا یا عقیدہ رکھنا جائز نہیں ہے۔

### ماہِ صفر کی دواہم بدعات

جاہل و بے دین لوگوں اور اسلام دشمن عناصر نے ماہِ صفر المظفر میں دین کے نام پر بے شمار من گھڑت رسومات و بدعات اور فاسد عقائد داخل کر رکھے ہیں، جو آج بھی ہمارے اسلامی معاشرے میں عوامی سطح پر رائج ہیں، حالانکہ ان کا تعلق و جوڑ کسی بھی طرح دینِ اسلام سے نہیں۔ مثلاً: جنت کا آسمان سے زمین پر اترنا، صندوق اور درودِ یوار کو ڈنڈے مارنا، بکڑی کے جالے صاف کرنا، وغیرہ۔ زمانہ جاہلیت میں نسی کی رسم یعنی نفسانی اغراض پر حرمت والے مہینوں میں رد و بدل (آگے پیچھے) کرنا بھی تھی۔ اب دو مشہور بدعت جن کے گرد تقریباً ساری بدعات و خرافات گھومتی ہیں، کی تفصیل مع ان کا حکم ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) تیرہ تیزی کی بدعت: بعض لوگ کہتے ہیں کہ ماہِ صفر کے ابتدائی تیرہ دن نہایت منخوس، بُرے اور سخت ہیں، کیوں کہ ان دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی سخت بیمار ہو گئے تھے، یہ بیماری اسی نحوست کا اثر ہے۔ تیرہ سے مراد ۱۳ کا ہندسہ اور تیزی سے مراد

سختی و پریشانی ہے۔ بعض جگہ لوگ تیرہ تاریخ کو چنے اُبال کر تقسیم کرتے ہیں، تاکہ بلائیں اور نحوستیں دُور ہو جائیں۔

یاد رکھیے! ان سب باتوں کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، یہ صرف توہم پرستی اور مُشرکین کے عقیدہ کی اقتدا کرنا ہے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مَرَضِ وفات میں تیرہ دن بیمار رہے ہیں، مگر وہ صفر کے ابتدائی تیرہ دن نہیں، بلکہ صفر کے آخری اور رَجَبِ الاول کے ابتدائی ایام تھے۔

(۲) آخری چہار شنبہ (بدھ) کی بدعت: لوگ اس دن خوشیاں مناتے ہیں، مٹھائیاں تقسیم کرتے ہیں، چھٹی کرنے کو اجر و ثواب سمجھتے ہیں، سیر و تفریح کے لیے جاتے ہیں، بعض جگہ اس دن روزہ رکھا جاتا ہے اور ایک خاص طریقے سے نماز پڑھی جاتی ہے۔ وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ”اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیماری سے شفا ملی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسلِ صحت فرمایا تھا“۔ نیز بہت سے لوگ اس دن تعویذ بنا کر مصیبتوں اور بیماریوں سے بچنے کی غرض سے پہنتے ہیں۔

یاد رکھیے! یہ مشہور بات بالکل غلط اور بے اصل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس دن (صفر کے آخری بدھ) سے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مَرَضِ کی بُدّت (مَرَضِ وفات) کا آغاز ہوا تھا، جس پر یہودیوں نے عداوت و شقاوت اور اپنے کینہ و بغض کی وجہ سے خوشی کی تھی، ایرانی مجوسیوں سے منتقل ہو کر ہندوستان میں آئی اور یہاں کے بے دین بادشاہوں نے اسے پروان چڑھایا۔

المختصر! یہ یہودیوں اور مجوسیوں کی رسم اور ایجاد فی الدین (بدعت) ہے، اہل اسلام کا اس کا اہتمام کرنا اور خوشی منانا سخت بے غیرتی و بے ادبی کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کا صحیح فہم عطا فرمائے اور تمام خرافات و بدعات سے محفوظ رکھے، آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

مولانا عبدالصمد ساجد سلمہ

## اخبار الجامعہ

۲۴ ذوالقعدة الحرام: حضرت صدر جامعہ دامت برکاتہم فروکہ تشریف لے گئے، جامع مسجد حنفیہ میں قرآن کریم حفظ مکمل کرنے والے ایک طالب علم کو آخری سبق پڑھا کر خطاب فرمایا۔ ۲۷: حسب معمول بعد از نماز عصر حضرت مدظلہم کا ہفتہ وار اصلاحی درس ہوا۔ ۳: ذوالحجۃ الحرام: حضرت مدظلہم مسجد فاروق اعظم گنبد والی فروکہ کے سالانہ جلسہ پر تشریف لے گئے اور طلبہ حفظ کو آخری سبق پڑھا کر خطاب فرمایا۔ نیز اس موقع پر مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا محمد عبدالغفار تونسوی اور حضرت مولانا محمد عبداللطیف تونسوی مدظلہما نے بھی جلسہ سے نہایت گرانقدر خطاب فرمایا۔

۵: حضرت مدظلہم مدرسہ فاطمہ ۲۰ بلاک سرگودھا تشریف لے گئے، قرآن کریم حفظ مکمل کرنے والے پچاس طلبہ کو آخری سبق پڑھا کر ان کی دستار بندی کی اور خطاب فرمایا۔ ۱۵: مولانا مفتی محمد حبیب اللہ زید مجدہم ناظم مدرسہ مدینۃ العلوم سرگودھا کی سفر حرمین سے واپسی پر حضرت مدظلہم ان سے ملاقات کے لیے چوہال تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شاہد مسعود زید مجدہ مع دیگر احباب حضرت مدظلہم سے ملنے جامعہ آئے۔ ۱۹: بعد از ظہر حضرت مدظلہم نے مدرسہ سیدہ زینب محلہ علی ٹاؤن نزد مسجد علی المرتضیٰ ساہیوال کا سنگ بنیاد رکھا اور افتتاحی بیان فرمایا۔

۲۱: حضرت مدظلہم ماہانہ درس کے لیے مدرسہ اسلامیہ فتحہ سلانوالی تشریف لے گئے، حسب معمول درس ارشاد فرمایا اور ظہر کے بعد احباب سے ملاقات کی۔ ۲۴: بعد از مغرب حضرت مدظلہم شاہپور ختم نبوت کانفرنس کے لیے تشریف لے گئے، کانفرنس میں تقریباً ایک گھنٹہ خطاب فرمایا، مولانا نور محمد ہزاروی، مولانا محمد اسماعیل

